بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محترم قارائین !!

اسلام وعلیکم رحمت اللہ برکاتہ ۔

اللہ سبحان تعالیٰ سے تہہ دل سے میری یہ دعا ہے کہ آپ جہاں بھی ہوں ۔آپ کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور نیک آعمال اور عملِ صالحات میں مشغول رکھتے ہوئے دین و دنیا کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

اللہ عزوجل کی مہربانی اور رحمت سے یہ توفیق نصیب ہوئی ہے کہ میری یہ تیسری کوشش بعنوان " **صبرواستقامت** " آپ کے صامنے ہے ۔اس سے قبل دو موضوعات پر لکھنے کا موقعہ ملا تھا ۔پہلا مضمون " **قرآنی زندگی** " کے عنوان سے تھا ۔ دوسرا مضمون " **اللہ کی صناعی** " پر ۔غالباً آپ نے پڑھا ہوگا ۔اگر پڑھنے کا موقعہ نہ ملا ہو تو میرے ویب سائیڈ پر جائیں ۔جس کا پتہ یہ ہے ۔ www.syedrizvi.co.uk پھر Click under Internet explorer پھر Document پر click کریں ۔آپ ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں ۔اور زیادہ سے زیادہ فوٹو کاپی بنا کر لوگوں میں تقسیم کریں یا اس ویب سائیڈ کے بارے میں لوگوں کو بتائیں اور ثوابِ جاریہ حاصل کریں ۔

" **صبرواستقامت اور شکرو ناشکری** " کے موضوع پر لکھتے وقت خوفِ خدا کا احساس بار بار ہو رہا تھا کہ ایسے جذبہ کے بارے میں جو اللہ سبحان تعالیٰ کو بے حد پسند ہے ۔کیسے ایک جامع مضموں تیار کیا جا سکتا ہے ۔پھر خیال آیا کہ اللہ پاک فرماتے ہیں ۔

" خدا سے ڈرتے رہو، دنیا اور آخرت کے سارے کھلے اور چھپے معاملات میں ۔حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کے غضب سے ڈرتا ہے ، خدا اُس کے گناہوں کو اُس سے جھاڑ دیتا ہے اور اُس کے اجر کو زیادہ سے زیادہ بڑھاتا ہے اور جو اُس سے ڈرتا ہے ۔اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کی اور اچھی طرح جان لو کہ خدا کا خوف بندہ کو اُس کی خفگی سے دور رکھتا ہے اُس کے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے اور اس کی ناراضگی سے بچاتا ہے اور اس حقیقت کو بھی اچھی طرح سمجھ لو کہ خدا کا تقویٰ چہروں کو روشن اور بارونق بناتا ہے ، مالک کو اپنے بندے سے خوش رکھتا ہے اور بندے کے مرتبے کو بلند کرتا ہے ۔"

پھر اللہ سبحان تعالیٰ فرماتے ہیں " دیکھو اپنے اپنے نصیب کی نیکیاں سمیٹ لو اور خدا کی جناب میں ہرگز کوتاہی نہ کرو ۔جب کہ اُس نے تمہیں اپنی کتاب کا علم دے کر اپنا سیدھا راستہ تم پر واضح فرما دیا ہے تا کہ وہ جان لے اُن لوگوں کو جو اپنے ایمان کے دعوے میں سچے ہیں اور اُن کو جو جھوٹے ہیں ۔پس تم بھی ان لوگوں کے ساتھ حسنِ سلوک کرو ۔جیسا کہ اُس نے تمہارے ساتھ حسنِ سلوک کیا ہے ۔اور اُس کے دشمنوں کو اپنا دشمن سمجھو اور اس کی راہ میں ایسا جہاد کرو کہ جہاد کا حق ادا ہو جائے ۔اُس نے تمہیں اپنے دین کے لئے منتخب کیا ہے چنانچہ اللہ سبحان تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خدا کا ذکر کثرت سے کرتے رہو اور آج کے بعد آنے والے کل کے لئے صبر و شکر کے ساتھ عمل کرتے رہو ۔کیونکہ جو بندہ اپنے اور اپنے خدا کے مابین معاملہ کو سنوار لیتا ہے ، خدا اُس کے لئے ان سارے معاملات میں کافی ہو جاتا ہے ۔اور جو اُس کے بندوں کے درمیان ہوتے ہیں ۔اس لئے کہ خدا ہی بندوں کے فیصلے فرماتا ہے بندے اُس کا فیصلہ نہیں کرتے ۔وہ انسانوں کی ہر چیز کا مالک ہے اور انسان کے قبضے میں اُس کی کوئی چیز نہیں وہ سب سے بڑا ہے اور قوت وطاقت اُسی کے پاس ہے ۔"

اللہ سبحان تعالیٰ کے حکم کی تابعداری کی ۔اور یہ مضمون " **صبرواستقامت** " کو لکھنا شروع کیا ۔اسے جامع اور مکمل ، معلوماتی اور آسان زبان میں لکھنے کی کوشش کی ہے اللہ پاک سے دعا ہے کہ اس مضمون کو آپ کی زندگیوں میں مشعلِ راہ بنائے اور ہدایت کا ذریعہ بھی ۔آخر میں آپ سے گزارش ہے کہ (ترمذی) کی اس حدیث پر غور کریں ۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا " اللہ کو یاد رکھ تو اسے اپنے صامنے پائے گا ۔تو اللہ تعالیٰ کو خوشحالی میں پہچان وہ تجھے تنگ دستی میں پہچانے گا ۔خوب اچھی طرح جان لے جو چیز تیرے ہاتھ نہ آئی وہ تیرے نصیب میں نہ تھی اور جو چیز تجھے میسر آ گئی اس کے لئے یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ تجھے نظر انداز کر دیتی ۔یہ بات خوب اچھی طرح جان لو ۔مدد صبر سے ملتی ہے کشادگی و خوشحالی مصائب و آلام کے بعد آتی ہے اور تنگی کے بعد آسانی کا دور آتا ہے ۔"

آپ کی دعاؤں کی طالب --

مسز سیّدہ قمر رضوی (عرف رشیدہ)

بسم الله الرحمن الرحيم

نصر من الله وفتح قريب

صبر و استقامت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قارئین کرام !!

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے ۔دین ودنیا میں نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے ،آمین۔یہ ہماری تیسری کاوش ہے۔جس کا عنوان " **صبرواستقامت** " ہے اور یہ بڑا طویل اور موجودہ زمانے کے حالات اور اونچ نیچ کے مطابق جامع موضوع ثابت ہوگا۔انشااللہ تعالیٰ۔اللہ پاک سے دعا گوہوں کہ مجھے اس کوشش میں رہنمائی فرمائے آمین۔

یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کرلیجیے کہ ہم پر چار باتیں واجب قرار دی گئی ہیں۔

پہلا مسئلہ : حصول علم

یعنی اللہ تعالیٰ اور اُس کے نبی ﷺ اور دین اسلام کی معرفت دلائل کے ساتھ حاصل کرنا۔

دوسرا مسئلہ : عمل

حاصل کردہ علم پر عمل پیرا ہونا۔

تیسرا مسئلہ : دعوت

اِس (دین اسلام) کی طرف دعوت دینا ۔

چوتھا مسئلہ : صبرواستقامت

دعوت دین میں پیش آنے والی مشکلات ومصائب پر صبرواستقامت اختیار کرنا اور ان مسائل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَالْعَصْرِ. إِنَّ الإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ. إِلاَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ﴾ (سوۃ العصر)

اللہ تعالیٰ سورۃ العصر میں فرماتے ہیں کہ : زمانے کی قسم ،انسان درحقیقت خسارے میں ہے ، سوائے اُن لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

زمانے سے مراد گزرا ہوا زمانہ (یعنی تاریخ) بھی ہے اور گزرتا ہوا زمانہ بھی جو ہر آن گزر رہا ہے۔اُس کی قسم کھانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اُس حقیقت پر گواہ ہے جو آگے بیان کی جارہی ہے۔۔انسان کا لفظ مطلقاً استعمال ہوا ہے ،اس لئے اِس سے مراد ایک فرد واحد بھی ہے ،انسانوں کا گروہ بھی ہے ،اور پوری نوع انسانی بھی۔

خسارے کا لفظ گھاٹے اور نقصان اور ناکامی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے ،جو فلاح ،نفع اور کامیابی کی ضد ہے۔

قسم کھا کر قطعیت کے ساتھ یہ بات کہی گئی ہے کہ جو تاریخ گزر چکی ہے،اور جو حال اب گزر رہا ہے،دونوں اِس بات پر گواہ ہیں کہ انسان بحیثیت شخص ،بحیثیت قوم اور پوری نوع ،فلاح نہیں بلکہ خسارے میں مبتلا ہے اور اِس خسارے سے صرف وہی لوگ محفوظ ہیں اور رہے ہیں۔جن میں یہ چار صفتیں پائی گئی ہیں اور پائی جاتی ہیں :

ایک ،ایمان یعنی اِس بات پر پورا یقین ہو کہ صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہی خالق ،حاجت روا ،معبود اور حاکم ہے جس کی بندگی واطاعت اور پرستش کرنی چاہیئے ،اور اللہ کے رسول کی لائی ہوئی ہدایت برحق ہے جس کی پیروی کرنی چاہیئے ،اور زندگی صرف یہی دنیا کی عارضی زندگی نہیں ہے بلکہ اِس کے بعد ایک دوسری مستقل اور پائیدار زندگی بھی آنے

والی ہے۔جس میں ہم کو اپنے اُن اعمال کا حساب دینا ہے جو ہم نے دنیا میں کیئے ہیں اور اُن کی جزا یا سزا پانی ہے۔ یہ ایمان فلاح پانے اور خسارے سے بچنے کے لئے شرطِ اول ہے کیونکہ اِس کے سوا کوئی دوسری چیز ایسی نہیں ہے جو سیرت واخلاق اور کردار کے لئے ایک مظبوط بنیاد فراہم کرتی ہو اور جس پر ایک پاکیزہ زندگی کی عمارت قائم ہوسکتی ہو۔ اِس کے بغیر انسانی زندگی خواہ بظاہر کتنی ہی خوشنما ہو، اُس کا حال ایک بے لنگر کے جہاز کا سا ہوتا ہے جو اغراض اور خواہشات اور تخیُّلات کی موجوں کے ساتھ بہتا چلا جاتا ہے۔

دوسرے ،اعمالِ صالحہ جن کا تعلق ایمان کے ساتھ بیج اور درخت کا سا ہے۔ ایمان وہ بیج ہے جس کے بغیر اعمالِ صالحہ کا درخت پیدا نہیں ہوسکتا، خواہ بعض لوگوں کی زندگیوں میں ایمان کے بغیر کچھ ظاہری ناپائیدار خوبیاں اور نیکیاں پائی جاتی ہوں اور درخت وہ اعمالِ صالحہ ہیں جن کا اُس انسان کی زندگی میں رونما ہونا اور نشونما پانا عقل اور منطق کا لازمی تقاضہ ہے، جس کے دل میں ایمان کا بیج بویا جاچکا ہو۔ اگر کہیں یہ بیج بویا گیا ہو اور اس سے اعمالِ صالحہ کا درخت پیدا نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ آدمی کا دل اِس بیج کی قبر بن گیا ہے، اور خسارے سے اُس کے بچنے کی کوئی ضمانت نہیں ہے، کیونکہ ایمان کے ساتھ اعمالِ صالحہ خسارے سے بچنے کی دوسری لازمی شرط ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں صفتیں انفرادی حیثیت سے افراد میں پائی جاسکتی ہیں اور وہ صرف انفرادی فلاح کی ضامن ہوسکتی ہیں مگر اجتماعی فلاح اس کے بغیر ممکن نہیں ہے کہ معاشرے میں بحیثیت مجموعی اِن دو صفتوں کے ساتھ وہ مزید دو صفتیں بھی پائی جائیں جنہیں اس سورہ میں خسارے سے بچنے کے لئے بطورِ شرط بیان کیا گیا ہے، اور وہ ہیں صالح مومنوں کا ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرنا۔

حق کا لفظ باطل کی ضد ہے اور بالعموم دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ایک صحیح اور سچی اور مطابق عدل وانصاف اور مطابق حقیقت بات خواہ وہ عقیدہ وخیال سے متعلق ہو یا دنیا کے معاملات سے۔ دوسرے وہ حق جس کا ادا کرنا انسان پر واجب ہو، خواہ وہ خدا کا حق ہو یا بندوں کا یا خود اپنے نفس کا۔ پس حق کی نصیحت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ صالح اہلِ ایمان کا معاشرہ ایسا بے حس نہ ہو کہ اِس میں باطل سر اُٹھا رہا ہو اور حقوق پامال کیے جا رہے ہوں، مگر لوگ خاموشی کے ساتھ اس کا تماشہ دیکھتے رہیں۔ بلکہ اُس کا اجتماعی ضمیر ایسا زندہ ہو اور اس کے افراد اس بات کو اپنی ذاتی ذمداری سمجھتے ہوں کہ جہاں بھی باطل سر اُٹھائے یا کوئی حق پامال ہوتا نظر آئے، وہاں باطل کی مخالفت اور حق کی حمایت کرنے کے لئے لوگ اُٹھ کھڑے ہوں۔ کوئی شخص صرف خود ہی حق پرست اور راستباز اور عادل ومنصب اور حق داروں کے حقوق ادا کرنے پر اکتفانہ کرے، بلکہ دوسروں کو بھی اسی طرزِ عمل کی نصیحت کرے۔ یہی وہ چیز ہے جو معاشرے کو اخلاقی زوال وانحطاط سے بچانے کی ضامن ہوتی ہے۔ اگر کوئی معاشرہ اِس روح سے خالی ہو تو وہ نقصان سے نہیں بچ سکتا، بلکہ اجتماعی بگاڑ بڑھتا رہے تو افراد کا بھی حق پر قائم رہنا مشکل ہوجاتا ہے۔

سورۃ العصر کی آخری آیت میں اُن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ " جو نیک عمل کرتے رہے ،اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے "۔ اب اس آخری آیت اور ہمارے عنوان کے مطابق یعنی **" صبر واستقامت "** پر قرآن اور حدیث کی روشنی میں اِس موضوع پر معلومات حاصل کریں گے۔

صبر کا ذکر کلام پاک میں ۱۰۳ بار آیا ہے۔ صبر کرنے والوں کو کہیں صابرین ، صابئین ، صابرۃ کے الفاظ سے متعارف کیا گیا ہے۔ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیْن۔

صابرۃ (صبر کرنے والے) اسمِ فاعل مونث ہے۔ صبر سے اس کا مزکر صابر ہے۔ جس کی جمع صابرین ہے۔ صبر کے معنی ٹھہرنے اور قائم رہنے کے لئے ہیں۔ مصیبت میں گھبرائے نہیں اور چیخ وپکار نہ مچائے۔ یہ بھی صبر ہے۔ کسی چیز کے حاصل کرنے میں برابر لگا رہے اور مشکلات کی وجہ سے جی نہ چھوڑے۔ یہ بھی صبر ہے۔ اچھے کام اور اچھی باتیں ہمیشہ کرتا رہے اور کبھی جان بوجھ کر ناغہ نہ کرے یہ بھی صبر ہے۔

صبر کے لُغوی معنی روکنے اور باندھنے یا رُکنے کے ہیں اور عربی زبان کے استعمالات میں یہ لفظ تحمل ، برداشت ، ضبط ، ثابت قدمی ،عزم وارادے کی مظبوطی ، اور ہمت وجرٗات کے ساتھ کسی مزاحم طاقت کے مقابلے میں ڈٹ جانے کے لیے بولا جاتا ہے۔ لیکن قرآنِ مجید میں اِس لفظ کو اتنے وسیع معنی میں استعمال کی گیا ہے کہ مومن کی پوری زندگی صبر کی زندگی بن جاتی ہے۔ اپنے جذبات ومیلانات اور خواہشات ورجحانات کو حدوداللہ کا پابند بنانا۔ خدا کی نافرمانی میں خواہ کیسے ہی فائدے اور کیسی ہی لذّتیں حاصل ہونے کے مواقع نظر آتے ہوں ،اُن کے لالچ میں مبتلا ہوکر پھسل نہ جانا۔ خدا کی فرمانبرداری میں جو نقصانات تکلیفیں اور محرومیاں پیش آئیں اُنہیں برداشت کرلے جانا۔ عمر بھر ضبطِ نفس سے کام لے کر گناہ کی جانب شیطان کی ہر ترغیب اور نفس کی ہر خواہش کو رد کرتے رہنا۔ ہر طمع اور خوف کے مقابلے میں حق پرستی پر قائم رہنا۔ ہر اُس اذیت اور نقصان کو گوارا کرلینا جو اِس دنیا میں راست بازی اختیار کرنے پہنچے اور ہر اُس فائدے اور لذّت کو ٹھکرادینا جو ناجائز طریقے اختیار کرنے سے حاصل ہو۔ حرام خوروں کے ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر رشک وتمنّا کے جذبات سے بے چین ہونا تو درکنار ، اُن کی طرف نگاہ بھر کر بھی نہ دیکھنا اور ٹھنڈے دل سے یہ سمجھ لینا کہ ایک ایماندار آدمی کے لئے اُس چمکدار گندگی سے وہ بے رونق طہارت ہی بہتر ہے جو اللہ اپنے فضل سے اُس کو بخشے۔ ایمان لانے کے سارے خطرات کو اپنی جان پر جھیل جانا۔ دشمنانِ حق کے ہر ظلم کو مردانگی کے ساتھ برداشت

کرنا۔ مخالفتوں کے طوفان اور مصائب ومشکلات کے ہجوم میں حق کی حمایت پر جمے رہنا اور باطل کے آگے دبنے یا مصالحت کر لینے کا خیال تک دل میں نہ لانا۔ مخالفین کی زیادتیوں اور اُن کے طعن اور تشنہ کی باتوں پر بے ساختہ جھنجلانہ جانا بلکہ سکون کے ساتھ اپنے جذبات پر قابو رکھتے ہوئے تبلیغ و اصلاح کا کام حکمت کے ساتھ کرتے رہنا خواہ اس کے نتیجہ خیز ہونے کے امکانات بظاہر دور دور تک کہیں نظر نہ آتے ہوں اشتعال انگیزیوں پر بے صبر ہو کر جلد بازی میں کوئی ایسا غلط کام نہ کرنا جو دعوتِ حق کی مصلحت کے خلاف اور مقصدِ دعوت کے لئے نقصان دہ ہو۔ سالہاسال تک اُن جھوٹی باتوں کے مقابلے میں حق کی خاطر جدوجہد کرتے رہنا جو ساری حدیں پھاند جاتے ہوں اور طاقت واقتدار کے نشے میں بدمست ہو رہے ہوں۔ مگر کسی حال میں راستی سے ہٹ کر اُن کی طرح ناروا تدبیریں اختیار کرنے پر نہ اُتر آنا۔ باطل کے مقابلے میں حق کی کمزوری اور اقامتِ حق کی کوشش کرنے والوں کی مسلسل ناکامیاں اور جھوٹے لوگوں کی سرفرازیاں اور کامیابیاں دیکھ کر مایوس و دل شکستہ نہ ہونا۔ کبھی گھبراہٹ اور بے حوصلگی اور بدحواسی میں مبتلا ہو کر یہ نہ سمجھنا کہ اقامتِ حق کی سعی لاحاصل ہے اور اب یہی مناسب ہے کہ اُس ذرا سی دینداری پر قناعت کر لے۔ بد سے بدتر حالات میں بھی عزم و ہمت کے ساتھ حق کی سربلندی کے لئے کوشش جاری رکھنا۔ ایک مومن صابر یہ سب کچھ اس لئے نہیں کرتا کہ اس کے ثمرات و نتائج اسی دنیا میں اُسے حاصل ہوں گے بلکہ اِس اعتماد پر کرتا ہے کہ مرنے کے بعد جو دوسری زندگی آنے والی ہے اُس میں وہ اپنے اِس کیئے کا پھل پائے گا پھر وہ ایسا چھچھورا بھی نہیں ہوتا کہ اچھا وقت آئے اور دنیا میں کامیابیاں اس کے قدم چومیں تو اکڑ جائے اور فخر و غرور میں مبتلا ہو کر فرعون بن جائے، اور بُرا وقت آئے تو بلبلا اُٹھے اور اُس وقت کو ٹالنے کے لئے ذلیل سے ذلیل حرکت کرنے میں بھی تامّل نہ کرے۔ وہ ہر حالت میں اپنا توازن برقرار رکھتا ہے۔ وقت کی ہر گردش کے ساتھ اپنا رنگ نہیں بدلتا بلکہ ہمیشہ ایک معقول اور صحیح رویہ پر قائم رہتا ہے۔ حالات سازگار ہوں اور وہ دولت اور اقتدار و ناموری کے آسمانوں پر چڑھ رہا ہو تو اپنی بڑائی کے نشے میں بدمست نہیں ہوتا اور کسی وقت مصائب و مشکلات کی چکی اسے پیسے ڈال رہی ہو تو اپنے جوہر انسانیت کو اس میں ضائع نہیں کر دیتا خدا کی طرف سے آزمائش خواہ نعمت کی شکل میں آئے یا مصیبت کی صورت میں، اُس کی بُردباری اپنے حال پر قائم رہتی ہے۔ سورۂ عصر کی منشاء یہ ہے کہ انسان خسارے سے صرف اِسی صورت میں بچ سکتا ہے کہ افرادِ فرداً فرداً بھی مومن، صالح، حق پرست اور صابر ہوں۔ اور اِن سے ایک ایسا معاشرہ بھی وجود میں آئے جس میں ہر فرد دوسرے کو حق اور صبر کی تلقین کرے۔

صبر واحتساب : کسی بھی آزمائش، پریشانی، اضطراب اور مصیبت کا دوسرا علاج صبر جمیل اور احتساب ہے، صابرین سے اللہ محبت کرتا ہے، ان کو اللہ تعالیٰ کی معیّت اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ مسلمان کو بیماری کے بعد صحت، تنگی کے بعد خوشحالی اور شکست کے بعد فتح کی اُمید رکھتے ہوئے اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے اور یہی صبر ہے۔ صبر کم ہمتی، بزدلی، فرار، مایوسی اور پستی سے سمجھوتہ کر لینے کا نام نہیں ہے، صبر تو ہائے واویلا کیئے بغیر جُہدِ مسلسل کا نام ہے۔

احتساب کا معنی حصول ثواب کی نیت ... مومن کو مصائب و آلام پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھنی چاہیے۔ کیونکہ رسول ﷺ کا فرمان ہے: " مسلمان کو جو بھی دکھ، تکلیف اور حزن والم پہنچتا ہے یہاں تک کہ اگر کانٹا بھی چبھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پریشانیوں کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے "۔

صبر واستقامت : صبر۔۔ بہترین نیکی۔۔ " رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ اُس کو صبر دے گا، اور صبر سے زیادہ بہتر اور بہت سی بھلائیوں کو سمیٹنے والی بخشش اور کوئی نہیں۔" **(بخاری ، مسلم ۔ ابوسعید حذری)**

جو شخص آزمائش میں پڑنے پر صبر کرتا ہے تو اس وقت تک صبر نہیں کر سکتا جب تک کہ خدا پر اس کو اعتماد اور یقین نہ ہو۔ پھر وہ شخص ہرگز صبر نہیں کر سکتا۔ جس کے اندر شکر کی صفت نہ پائی جاتی ہو۔ اس طرح غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ صبر کی صفت اپنے ساتھ کتنی خوبیاں سمیٹتی ہے۔

استقامت ۔۔ ایک جامع ہدایت ۔۔ " سفیان ابنِ عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا۔ اسلام کے سلسلہ میں ایسی جامع بات بتا دیجئے کہ پھر کسی اور سے مجھے کچھ پوچھنے ضرورت نہ پڑے۔ آپ نے فرمایا کہ **اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ** کہو اور پھر اس پر جم جاؤ "۔ **(مسلم)**

یعنی دین توحید (اسلام) کو آدمی اختیار کرے اسے اپنی زندگی کا دین بنائے اور پھر کیسے ہی ناسازگار حالات سے گزرنا پڑے اس پر جما رہے، یہ ہے دنیا اور آخرت کی کنجی۔ اور اسی کو استقامت کہتے ہیں۔۔

دین میں صبر واستقامت ۔۔ یوں تو آج تک دنیا کا کوئی بڑا کام بھی ایسے لوگوں کے ہاتھوں پُورا نہیں ہوا جو استقامت اور بے صبری سے کام لیتے رہے۔ لیکن دین کی خدمت کے لئے جس صبر اور حوصلہ کی ضرورت ہے وہ بہت زیادہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس شخص میں صبر کی طاقت جتنی زیادہ ہوگی وہ اتنا ہی دین کی خدمت میں کام کر سکے گا۔

جب ہم عام طور پر صبر کا لفظ بولتے ہیں تو ہمارے ذہن میں بس اتنی ہی بات آتی ہے کہ اگر انسان پر کبھی کوئی مصیبت آپڑے تو وہ روئے چلائے نہیں اسے صبر کے ساتھ برداشت کرے۔ لیکن دین کے سلسلے میں جب یہ لفظ بولا جاتا ہے تو اس کا مطلب اِس سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں یہ لفظ بے شمار مقامات پر استعمال کیا گیا ہے اور جب ہم قرآن پر غور کرتے ہیں تو صبر کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک بندہ مومن چاہے کسی حالت میں ہو وہ دین کے تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اُس کا دل چاہے کسی بات کو چاہتا ہو، اُس کے گھر والوں کی پسند اور محلّے اور شہر والوں کی خواہش چاہے جو کچھ ہو، سماج کے رسم ورواج اور ملک کی حکومت کا دباؤ کیسا ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ سب کچھ برداشت کرے اور کوئی طاقت بھی اسے دین کے راستے سے نہ ہٹا سکے۔

دین کی خدمت کے لئے یہ صفت اتنی ضروری ہے کہ ہر زمانے میں نیکی پھیلانے والے اور حق کی دعوت دینے والے تمام لوگوں کو اس کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ قرآن پاک میں جتنے انبیاء علیہم اسلام کے واقعات بیان کیے گئے ہیں ان میں اُن کے ساتھیوں کے لئے صبر کی ہدایت کا بار بار ذکر آتا ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کو صبر کی ہدایت بالکل ابتدا سے ہی کی گئی۔ نبوّت ملنے کے چند ہی دن بعد سورۂ مدثر نازل ہوئی۔ اِس میں یہ ہدایت فرمائی گئی کہ۔۔

وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ

ارشاد باری ہے کہ۔۔ آپ اپنے آقا اور مالک کی خوشنودی کی خاطر صبر اختیار کیجئے۔ (سورۃ المدثر ۔ آیت ۔ ۷)

پھر اس کے بعد سورۂ مزمل میں ارشاد ہوا۔۔

یہ کفار آپ کی مخالفت میں جو کچھ کہتے ہیں انہیں کہنے دیجئے۔ ان کی باتوں پر صبر اختیار کیجئے اور نہایت عمدگی کی ساتھ اِن کو اُن کے حال پر چھوڑ دیجئے اور اُن کو منہ نہ لگائیے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا (المزمل ۔ آیت ۱)

جب کچھ لوگ حضورؐ کے ساتھی ہو گئے اور کفار کے مظالم برداشت کرنے کے لئے حضورؐ کے علاوہ تھوڑے سے مسلمانوں کا ایک گروہ بھی پیدا ہو گیا۔ اس وقت بھی ان مٹھی بھر اللہ والوں کو سارے عرب کے کافروں اور مشرکوں کے مقابلے میں تیار کرنے کے لئے جو ہدایت دی گئی وہ بھی صبر کی ہدایت دی گئی۔ ارشاد ہوا۔

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ط

اے ایمان والو ! (اِن حالات کے مقابلے کے لئے تم) نماز اور صبر کے ذریعہ مدد لو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اس قسم کی بہت سی ہدایت قرآن پاک میں موجود ہے اور ایسے سخت حالات میں صبر اختیار کرنے کی بار بار تلقین کی گئی ہے کہ اسے دیکھ کر یہی اندازہ ہوتا کہ مومن کی قوت اور طاقت کا کتنا بڑا خزانہ صرف اسی صبر میں موجود ہے اور کیوں نہ ہو جب اس کائنات کا حاکم و مالک یہ یقین دلا دے کہ۔۔ " **اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے** " تو پھر کیا وجہ ہے کہ مومن ہر طاقت کے مقابلے میں صبر کی قوت سے کام نہ لے، جب مخالفوں کے سہنے کا وقت ہوتا ہے۔ س وقت بھی مومنوں کی ہمت بندھانے والا یہی صبر ہوتا ہے اور باطل سے دوبدو مقابلہ ہوتا ہے۔ اُس وقت بھی مومن کا سب سے کارگر ہتھیار یہی صبر ہوتا ہے اور پھر یہی نہیں کہ صبر صرف اسی دنیا میں دین کی خدمت کے سلسلے میں کام دیتا ہو بلکہ آخرت کے لئے بھی یہی سب سے اچھا توشہ ہے۔ آخرت کے درجات بھی اِسی صبر کے پیمانے سے ناپ کر دیئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنِّىْ جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ

آج کے دن میں نے انہیں یہ اچھا بدلہ اسی لئے دیا ہے کہ انہوں نے دنیا میں جو صبر اختیار کیا تھا۔ اُس کا بدلہ یہی ہونا چاہیے۔ (اور آج) وہی بامراد ہیں۔

(سورۃ المومنون ۔ آیت ۱۱)

سورہ رعد میں ایک جگہ تفصیل کے ساتھ ان نعمتوں کا ذکر آتا ہے۔ جو صبر کرنے والوں کو قیامت میں دی جائیں گی، بات کو ختم کرتے ہوئے فرمایا۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ه

تم پر سلامتی ہو، اس لئے کہ تم نے صبر اختیار کیا تھا لہٰذا (یہ جنت) کیسا اچھا گھر ہے بدلے کے اعتبار سے ، (سورۃ الرعد ۔ آیت ۲۴)

ذرا غور تو کیجیے کتنی بڑی نعمت ہے۔ کائنات کا مالک سلامتی بھیج رہا ہے اور آخرت میں وہ ٹھکانہ عطا فرما رہا ہے۔ جو سب ٹھکانوں سے زیادہ بہتر ہے۔ کون سی وہ نعمت ہے جس کی آرزو اس کے بعد بھی کی جا سکتی ہے۔ اِس " **سلام علیکم** " کی لذت کا تصوّر تو کیجئے۔ کتنا **میٹھا** ہے یہ پھل جو صبر کے نتیجہ میں مل رہا ہے۔ اِس کے بعد صبر کی " کڑواہٹ " کا گلہ بدذوقی نہیں ہے تو کیا ہے۔ دین میں صبر کی بے حد اہمیت ہے۔ دراصل صبر ایک کسوٹی ہے۔ دین کی پرکھ اسی پر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنے مومنوں کو اسی کسوٹی پر

پرکھا ہے یوں تو دنیا کا کوئی کام بھی ایسا نہیں جس میں کچھ نہ کچھ مشکلیں پیش نہ آتی ہوں لیکن اگر ایک طرف سے مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو کسی دوسری طرف سے کچھ ہمت بندھنے کا بھی سامان ہو جاتا ہے۔ مشکلیں جھیلنے کے بعد کسی کام سے لوگ خوش ہوتے ہیں کسی سے حکومت کے انعامات ملتے ہیں۔ کسی کام سے اپنا دل خوش ہوتا ہے اور کوئی یار دوستوں کی خوشی کا سبب بن جاتا ہے لیکن دین کی خدمت ہی ایک ایسا کام ہے کہ اس کے کرنے سے ان چیزوں میں سے کوئی بھی ہاتھ نہیں آتی۔ دین کی خدمت کا کام صرف اللہ کی خوشی کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کام میں کوئی دوسری غرض شامل ہوتے ہی مقصد فوت ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے ...

" کاموں کا دارومدار ارادوں پر ہے اور انسان کو وہی ملے گا جس کی وہ نیت کرے گا تو جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسُول کے لئے ہوگی تو واقعی اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسُول کے لئے ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا کے کسی مفاد کے لئے ہوگی یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت دنیا کے مفاد کے لئے ہوگی یا کسی عورت سے نکاح کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی کام کے لئے ہوگی جس کے لئے اس نے ہجرت کی "

اس سے اندازہ لگایئے کہ دین کی خدمت کا کام کیسا سخت کام ہے۔ اس کام کے لئے تمام فائدوں سے ہاتھ دھو کر نیت کو خالص کرنا کتنا ضروری ہے۔ جب تک خلوص کے ساتھ خدا کی رضا سامنے نہ ہو دین کا کام کرنا آسان کام نہیں۔ مشکلات اس راہ میں آتی ہی ہیں۔ ان مشکلات کے مقابلے میں صبر اختیار کرنے اور حق کی راہ پر قائم رہنے میں ہی ایک مومن کا امتحان ہے جو مومن کے درجوں کو بلند کرتا ہے اور اس امتحان کے بغیر ایمان کا دعویٰ اور جنت کی آرزو سب بے کار ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ....

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا
مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے ان لوگوں کو جان لے جو اس کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں اور (اسکے دین کی راہ) میں صبر اختیار کرنے والے ہیں۔ **(سورہ آلِ عمران۔ آیت ۱۴۲)**

صبر جنت کی کنجی ہے۔ اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کا ذریعہ ہے اور دین کی خدمت کرتے ہوئے دنیا میں اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہتھیار ہے۔ دین کی خدمت کی راہ میں ایک مومن کو بے شمار موقعوں پر اپنے صبر اور استقامت کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔ بلکہ یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ اسے یہ ثبوت قدم قدم پر دینا ہوتا ہے۔ لوگ اُس کا مذاق اُڑاتے ہیں، اُس کے خلاف غلط سلط باتیں بناتے ہیں، طعنے دیتے ہیں، ستاتے ہیں اور آخرکار ہر قسم کا جانی اور مالی نقصان پہنچانے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اِس موقع پر ایک حق کے داعی کو جس درجہ صبر و استقامت کی ضرورت پڑتی ہے وہ ظاہر ہے ہر زمانے میں حق کی دعوت دینے والوں کو ان مشکلات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔ اور انہوں نے صبر کی طاقت سے ہی ان کا مقابلہ کیا ہے۔

آجکل ہمارے سامنے حالات کچھ دوسرے ہیں ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ دین کا نام لیتے ہیں اور اپنی حد تک دوسروں کو دین کی دعوت بھی دیتے رہتے ہیں۔ لیکن انہیں نہ تو کوئی مشکلات پیش آتی ہیں اور نہ کسی پریشانی میں پڑتے ہیں بلکہ بہت سے لوگ تو اپنے اس دینی کام کی وجہ سے ایک اچھا خاصا اونچا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ لوگ انہیں بڑا مان کر اُن کی خوب خدمت کرتے ہیں۔ اور اس طرح پریشانیوں کے بدلے انہیں آرام و آسائش اور مشکلات کے بدلے مریدوں اور پیروں کی اچھی اچھی خدمات میسر آجاتی ہیں۔ ان حالات کو دیکھ کر ایک شخص یہ سوچ سکتا ہے کہ پھر دین کے کاموں میں صبر و آزمائش کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت ہے ؟

بات دراصل یہ ہے کہ عرصے سے لوگوں کے ذہنوں میں دین کا مفہوم ہی کچھ بدل گیا ہے۔ یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ دین کا تعلق تو زندگی کے ایک بہت ہی مختصر حصہ سے ہے اور زندگی کا ایک بڑا حصہ عملی طور پر دین سے باہر کر دیا گیا ہے۔ مثلاً دین کی بنیاد تو حید پر ہے۔ اگر توحید کا مطلب بس اتنا ہی لیا جائے کہ ایک شخص صرف اللہ کو اپنا معبود جانے اسی کو سجدہ کرے تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔ لیکن اگر توحید کا پُورا پُورا مطلب بتا کر ایک شخص کو مکمل توحید کی طرف بلایا جائے تو اُس کے لئے لازم ہوگا کہ وہ اللہ کے سوا کسی سے مُرادیں نہ مانگے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝۱۵۳

بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

صبر اور صابرین کا درجہ

قرآنِ مجید کی روشنی میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

صبر و صابرین کا درجہ

قرآنِ مجید کی روشنی میں

صبر اور نماز سے مدد ۔۔ اور صبر و نماز سے مدد چاہو اور البتہ وہ بھاری ہے مگر عاجزوں پر

اِس آیت میں دو باتوں کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے (۱) **صبر او نماز ہر اللہ و الے کے دو بڑے ہتھیار ہیں**۔ نماز کے ذریعہ سے ایک مومن کا رابطہ و تعلق اللہ تعالیٰ سے استوار ہوتا ہے ، جس سے اللہ تعالی کی تائید اور نصرت حاصل ہوتی ہے۔ صبر کے ذریعہ سے کردار کی پختگی اور دین میں استقامت حاصل ہوتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ "نبی ﷺ کو جب بھی کوئی اہم معاملہ پیش آتا آپ فوراً نماز کا اہتمام فرماتے۔" (۲) نماز کی پابندی عام لوگوں کے لئے گراں ہے ، لیکن خشوع وخضوع کرنے والوں کے لئے یہ آسان ، بلکہ اطمینان اور راحت کا باعث ہے۔ یہ کون لوگ ہیں ؟ وہ جو قیامت میں پورا یقین رکھتے ہیں۔ گویا قیامت پر یقین اعمال خیر کو آسان کر دیتا اور آخرت سے بے فکری انسان کو بے عمل ، بلکہ بدعمل بنا دیتی ہے۔

(سورۃ البقرۃ ۔ آیت ۴۵)

صبر اور نماز ۔۔ اے ایمان والو صبر اور اور نماز سے مدد مانگو ۔ بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۔

اللہ کی مدد حاصل کرنے کے لئے یہاں دو طریقے ارشاد فرمائے ہیں۔ اوّل یہ کہ مشکلات اور مصیبت میں صبر کرو۔ اور دوم یہ کہ نماز باقاعدگی سے پڑھتے رہو۔ ہر مقصد کے حصول میں تکلیفوں اور مصیبتوں کا پیش آنا لازمی ہے۔ اِس لئے مصیبتوں اور رکاوٹوں کی بنا پر اپنے نصب العین کو نہ چھوڑنا صبر ہے۔

صبر **(برداشت اور مقابلہ کی طاقت)** اس کے معنی یہ ہیں کہ تنگی اور ناخوشگواری کی حالت میں اپنے آپ کو گھبراہٹ سے روکنا۔ مشکلات اور تکالیف کا ہمت سے مقابلہ کرنا ، نفسانی خواہشات کو عقل پر غالب نہ آنے دینا۔

نماز کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ کے ذکر وفکر سے روح کو قوت ملتی ہے۔ جس جماعت میں یہ قوتیں پیدا ہوتی ہیں۔ وہ کبھی ناکام نہیں رہ سکتی۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ جو لوگ اپنے مقصد کی پیروی میں پیش آنے والی مشکلات پر صبر کریں گے۔ انہیں اللہ کی خاص معیت اور رفاقت نصیب ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ جس فرد یا جماعت کے ساتھ اللہ ہو وہ کبھی اپنے مقصد میں ناکام نہیں ہوسکتی۔ ہمیں اپنے اندر یہ صفتیں پیدا کر لینی چاہیئے اور دعوت وتبلیغ میں سرگرم ہو جانا چاہیئے۔

(سورۃ البقرۃ ۔ آیت ۱۵۳)

صبر کرنے والوں کی سیرت ۔۔ وہ لوگ کہ جب اُنہیں کچھ مصیبت پہنچے تو کہیں ہم تو اللہ کیلئے ہیں اور ہم تو اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں

اس آیت میں ان صبر کرنے والوں کی نشانی بیان کی گئی ہے کہ صابرین میں وہ لوگ شامل ہیں جو ہر مصیبت کے وقت یہ کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کا مال ہیں اور ہم اسی کی طرف جانے والے ہیں۔ اس آیت میں ہمیں تین باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ پہلی یہ کہ ہم تمام سب اللہ کی ملکیت ہیں۔ ہم خود بھی اور ہماری ہر شئے بھی ہماری اپنی نہیں۔ نہ بیوی ، نہ بچے ، نہ مال ، نہ جائیداد ، نہ وطن ، نہ خاندان ، نہ جسم ، نہ جان۔ انسان کے رنج وغم اور درد حسرت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی محبوب چیزوں کو اپنی سمجھتا ہے۔ جب ذہن سے یہ خیال نکال دیا جائے اور سمجھا جائے کہ جو چیز ہے سب اللہ کی ہے۔ پھر رنج وملال کا موقع ہی نہیں رہتا۔ ہر کٹھن اور مصیبت پر یہ ہی کلمہ دوہرا دینا چاہیئے کہ اپنا کچھ نہیں۔ سب اللہ کے لئے ہے اور سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رنج وتکلیفیں خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو۔ سب آنی جانی ، فانی اور عارضی ہیں۔ یہ ختم ہو جائیں گی۔ اور عنقریب انہیں چھوڑ کر مالک حقیقی کی خدمت میں

حاضری دینی ہے۔اس لئے ان سے گھبرانا کیا۔

تیسری یہ ہے کہ یہ مصیبتیں اور آزمائشیں یونہی بیکار نہیں۔ان کا اجر وثواب دوسری زندگی میں ضرور ملے گا۔ جو انہیں صبر سے برداشت کرگیا۔حق پر ثابت قدم رہا اور مقصد حقیقی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔اُسے اس استقامت کا اجر ضرور ملے گا۔

جس شخص کے یہ تینوں عقیدے جتنے زیادہ مظبوط ہوں گے۔اُسی قدر سکون اور اطمینان نصیب ہوگا۔ہمیں چاہئے کہ ان باتوں کو ذہن میں خوب اچھی طرح بٹھالیں تا کہ یہ دل پر نقش ہوجائیں۔اگر چہ صبر کا تعلق دل سے ہے لیکن زبان سے یہ کلمہ ادا کرنے سے زبان دل کی ساتھی ہوجاتی ہے اور اس سے قوت اور طاقت ملتی ہے۔رسول اللہ ﷺ کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ ادنیٰ سے ادنیٰ تکلیف یا ناگواری کے موقع پر بھی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ فرماتے تھے۔ (سورۃ البقرۃ۔آیت ۱۵۶)

صبر کرنے والوں کا صلہ ۔۔ ایسے ہی لوگوں پر اپنے رب کی عنایتیں ہیں اور مہربانی ہے اور وہی سیدھی راہ پر ہیں

اِس آیت میں ان لوگوں کو خوشخبری سنانے کا حکم ہے جنہوں نے اللہ کے احکام کو مانا اور ان پر عمل کیا۔اور اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ ایسے صبر کرنے والوں کا اجر بہت بڑا ہے دُنیا اور آخرت میں اُن پر ہماری مہربانی جاری رہے گی۔اِس لئے انہیں حق کے مخالفوں کی مخالفت کے خوف سے پیچھے نہیں ہٹنا چاہیئے بلکہ ان آزمائیشوں میں پورا اُترنا چاہیئے۔یہ بھی بتایا گیا ہے کہ آزمائشوں میں صبر کرنے والے سیدھی راہ پر ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ تک کامیابی کے ساتھ پہنچ جائیں گے۔ (سورۃ البقرۃ۔آیت ۱۵۷)

اصل نیکی ۔۔ صبر وثبات ۔۔ اور سختی اور تکلیف میں صبر کرنے والے اور لڑائی کے وقت یہی لوگ سچے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں۔

انسانی اخلاق کی تعبیر کے لئے قرآن مجید نے راہنمائی کی ہے اور فرمایا ہے کہ پختہ اخلاق والے شخص میں یہ خوبیاں ہونی چاہئے کہ وہ اپنے عہد کو پورا کرتا ہوا اپنی ذمداریوں کو نہایت اچھے طریقے سے نبھاتا ہو۔حقوق اللہ اور حقوق العباد پوری خوبی کے ساتھ ادا کرتا ہو وہ مالی پریشانیوں۔جسمانی بیماریوں اور خدا کے دشمنوں سے جنگ کے وقت صبر واستقامت سے کام لیتا ہو۔ عملی زندگی میں انسان کو طرح طرح کی تکلیفوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔بے روزگاری۔غربت۔افلاس۔معاشی بدحالی۔فاقہ اور تنگدستی۔اور اِسی قسم کی تمام دوسری پریشانیاں انسان کو روزانہ ستاتی رہتی ہیں۔بچوں کی تعلیم و تربیت کا مسئلہ۔ان کی شادی بیاہ کا سوال اور ایسی ہی دوسری شدید ضروریات آدمی کو تنگ کرتی ہیں اور وہ صبح و شام اسی گتھی کو سلجھانے میں لگا رہتا ہے۔ان کے علاوہ طرح طرح کی بیماریاں اور بدنی تکلیفیں گھیراڈالے رہتی ہیں۔آج خود بیمار ہے۔کل گھر کا کوئی دوسرا آدمی بستر پر پڑ گیا۔ان کی دوا دارو۔علاج معالجہ ایک الگ پریشانی کا باعث بنا رہتا ہے۔۔پھر دشمن کا خطرہ ،جنگ کے چھڑ جانے کا اندیشہ۔تباہی اور بربادی کا امکان۔ہلچل اور گڑبڑ کا خوف۔یہ تمام چیزیں انسان کو پریشان کیئے رہتی ہیں۔

اس آیت میں نیکی کا اسلامی تصور پیش کیا گیا ہے۔درست عقیدہ رکھنے والے ،مالی قربانی کرنے والے۔صلوٰۃ وزکواۃ پابندی سے ادا کرنے والے۔عہد پورا کرنے والے اور صبر وثبات کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنے والے ہی سچے انسان ہیں اور یہی متقی و پرہیزگار ہیں۔ (سورۃ البقرۃ ۔آیت ۱۷۷)

دوگنوں سے لڑو ۔۔ اب اللہ نے تم میں سے بوجھ ہلکا کردیا اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں ہزار ہوں تو وہ دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو اپنے سے دس گنوں کے مقابلے سے بھاگنا نہ چاہیئے۔اُس وقت مسلمان بڑے پختہ ایمان والے اور جوشیلے تھے۔اُن کو یہ حکم ماننا آسان تھا چنانچہ اُنھوں نے مانا۔اور اللہ صبر وثبات دیکھ کر اُن کی مدد کی اور اُن کی کوشش کو پروان چڑھایا۔اس کے بعد جب زمانہ گذرنے کی وجہ سے یہ پرانے لوگ بوڑھے اور ضعیف ہوگئے اور نئے لوگوں میں وہ ولولہ اور جوش جو پہلے لوگوں میں تھا۔کسی قدر کم ہوگیا تو اُن کی حالت کی رعایت کرکے پہلے حکم کو ہلکا کردیا گیا۔اس آیت میں اس کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ چونکہ تم اب پہلے کی نسبت کچھ سست ہوگئے ہو اور تمہاری ہمت بھی پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔اِس لئے تمہیں پہلا حکم کسی قدر گراں گذرے گا۔خیر اب تمہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے سے دوگنے لوگوں کے سامنے سے مت بھاگو۔ان کے سامنے مردانگی سے ڈٹے رہو۔تم نے اپنی ہمت دکھائی تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی اور تم فتح یاب ہوگئے۔نبی ﷺ کے زمانے کے بعد سے لے کر آج تک یہی حکم قائم ہے کہ اگر دشمن تعداد میں مسلمانوں سے دوگنے ہوں تو مسلمانوں کو ان کے سامنے سے بھاگنا نہ چاہیئے بلکہ اُن سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہئے۔اگر ایسا نہ کیا تو گنہ گار ہوں گے۔لیکن اگر دشمن دگنے سے بھی زیادہ ہے اور مسلمان اللہ کی مدد پر اعتماد کرکے اس سے لڑتا ہے تو **اللہ ثابت قدم رہنے والوں** (وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ) کے ساتھ ہے اور اُس کا درجہ یقیناً زیادہ بلند ہے۔ (سورۃ انفال ۔ آیت ٦٦)

متقین کی صفات ۔۔ وہ صبر کرنے والے ہیں سچے اور حکم بجالانے والے ہیں اور خرچ کرنے والے اور پچھلی رات میں گناہ بخشوانے والے ہیں۔

اِس آیت میں اُن لوگوں کی صفات بیان کی گئی ہیں۔جنہیں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جنّت دینے کا وعدہ کیا ہے۔یہ صفات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

۱ --۔ یہ لوگ اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری پر غرور و گھمنڈ کرنے کے بجائے عجز و انکساری کا نمونہ بنے رہتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمیشہ دست بدعا رہتے ہیں کہ اے خدا ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں دوزخ کی آگ سے بچا۔

۲ --۔ یہ لوگ صبر کرنے والے ہوتے ہیں۔۔جب کسی آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اُنہیں ثابت قدمی اور استقامت عطا کرے۔

۳ --۔ یہ لوگ زبان و دل اور نیت کے سچے ہوتے ہیں۔معاملہ کے کھرے ہوتے ہیں۔جھوٹ ، فریب اور منافقت سے قطعی طور پر پرہیز کرتے ہیں۔

۴ --۔ بڑی بڑی تکلیفیں جھیلنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری پر جمے رہتے ہیں۔گناہوں سے پرہیز کرتے ہیں۔غلط کاری اور بدی سے نفرت کرتے ہیں۔

۵ --۔ اللہ تعالیٰ کے دیے ہوئے مال و دولت کو اُس کے مقرر کیے ہوئے موقعوں پر خرچ کرتے ہیں۔بخل اور کنجوسی سے کام نہیں لیتے۔صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے ہیں۔نیکی کا کوئی موقعہ ضائع نہیں کرتے۔

۶ --۔ رات کے پچھلے حصّے میں اُٹھ کر اپنے گناہ اور خطائیں معاف کراتے ہیں۔یعنی رات کا آخری حصّہ عبادت میں گزارتے ہیں اور یوں صدقِ دل سے گناہوں سے معافی کے طلبگار رہتے ہیں۔ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے اندر یہ تمام صفات پیدا کرنے کی کوشش کریں تاکہ ہم بھی متقین میں شامل ہوسکیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مستحق بن سکیں۔

(سورۃ آلِ عمران۔ آیت ۱۷)

جان و مال کی آزمائش --۔ البتہ تمہاری آزمائش ہوگی مالوں اور جانوں میں اور تم سنو گے اگلی کتابوں والوں سے اور مشرکوں سے بہت بدگوئی اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں

اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ جس طرح اب تک جانی و مالی قربانیاں کرنی پڑی ہیں اور تمہاری آزمائش ہوتی رہی ہیں۔اسی طرح آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی۔ہوسکتا ہے جان و مال پر بن جائے۔زخم کھانے پڑیں۔قید و بند کی تکلیفیں اُٹھانی پڑیں۔امراض و بیماریاں تم پر آئیں۔تمہارے مال ضائع ہوں۔عزیز و اقربا چھوٹ جائیں۔طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں۔اہلِ کتاب اور مشرکین کی جانب سے تمہیں بہت سی دل آزار باتیں بھی سنیں پڑیں گیں۔یاد رکھو ان تمام آزمائشوں میں سے گزرنے کے لئے تمہیں صبر و تقویٰ سے کام لینا ضروری ہے۔اگر استقلال اور پرہیزگاری سے اِن سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو واقع میں یہ بڑی ہمت کا کام ہوگا۔

ایک حدیث سے پتہ چلتا ہے یہ آیت جنگِ بدر سے پہلے اُتری تھی جنگ و قتال کا حکم اس کے بعد نازل ہوا۔تاہم جنگ ہو یا نہ ہو صبر و تقویٰ اختیار کرنا ہر حالت میں ضروری ہے **ایک اور دوسری حدیث میں آتا ہے کہ**۔دنیا کافر کے لئے جنت ہے اور مومن کے لئے قید خانہ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی زندگی سکھانے کے لئے اللہ تعالیٰ انہیں مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔مسلمان خدا سے ڈرتے ہیں۔بدی سے دور بھاگتے ہیں۔نیکی کی طرف لپکتے ہیں۔اس کے برعکس کفار و منافقین کے لئے جھوٹ بولنا ، غیبت کرنا ، سود کھانا ، نفع اندوزی کرنا اور چور بازاری کر کے روپیہ کمانا ، بظاہر آسان نظر آتا ہے۔اور حلال کمائی کرنے کے لئے ایک راست باز انسان کو بہت سے دشوار گزار راہوں سے گزرنا پڑتا ہے۔منکرینِ حق نیکوکاروں کی مخالفت کرتے ہیں۔اور اُنہیں اذیتیں پہنچاتے ہیں۔ایک نیک عمل انسان تمام مشکلات کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرتا ہے اور اللہ کی بھیجی ہوئی مختلف آزمائشوں سے گزر کر جنت کا مستحق بنتا ہے۔مختصر یہ کہ مشکلات و مصائب میں کامیابی کے اصل راز میں دو اُصول ہیں۔صبر و ثبات اور تقویٰ جو شخص یہ خصوصیات پیدا کرے گا تو اُس کی کامیابی یقینی ہے۔

(سورۃ آلِ عمران ۔ آیت ۱۸۶)

اصولِ کامرانی --۔ اس سورت کے خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک جامع نصیحت فرمادی گئی ہے کہ۔اگر تم کامیاب ہونا چاہتے ہو اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں سہہ کر بھی فرمانبرداری پر جمے رہو۔گناہوں کے قریب بھی نہ پھٹکو۔دشمن کے مقابلے میں مظبوطی ، ثابت قدمی اور استقلال دکھاؤ۔اسلام کی حفاظت میں لگے رہو۔دشمن کا ڈٹ کر مقابلہ کرو اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو۔اگر تم نے یہ کرلیا تو سمجھو تم نے تمام برکتیں اور کامیابیاں حاصل کرلیں۔سورۃ کے خاتمہ پر اللہ تعالیٰ نے چار نصیحتیں فرمائی ہیں۔اور انہیں فلاح و کامرانی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

(۱) اصبِرُوا (صبر کرو) یعنی کامیابی کا پہلا اُصول ثابت قدمی ہے۔

(۲) صَابِرُوا (ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور مقابلہ میں مظبوط رہو) اپنے ساتھ دوسروں کو بھی صبر و ثبات کا خوگر بناؤ۔

(۳) رَابِطُوا (لگے رہو اور باہم متحد ہو جاؤ) باہمی رابطہ اور مظبوط تعلقات کامیابی کا زینہ ہیں۔

(۴) اتَّقُوا اللہ (اللہ سے ڈرتے رہو) خدا خوفی اور پرہیز گاری کامیابی کا چوتھا اُصول ہے۔

(سورۃ آلِ عمران۔آیت ۲۰۰)

رسولوں کا مددگار اللہ ہے ۔۔ اور تجھ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے ہیں بس جھٹلانے پر اور ایذا پر وہ صبر کرتے رہے یہاں تک کہ اُن کو ہماری مدد پہنچے اور کوئی نہیں بدل سکتا اللہ کی باتیں اور تجھ کو رسولوں کے کچھ حالات پہنچ چکے ہیں

رسول اللہ ﷺ کے اندر خیر خواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور وہ اُس کو سیدھی راہ سے ہٹا ہوا دیکھ کر دل میں بہت رنجیدہ ہوتے ہیں۔بالکل جیسے ایک شفیق باپ اپنے بچّوں کو فضول باتوں میں پھنسا ہوا اور کام کی باتوں سے ہٹا ہوا دیکھ کر غمگین ہوتا ہے۔بلکہ اِس سے بہت زیادہ۔کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو اصلی کام کی باتوں کا جتنا علم ہے۔اُتنا کسی باپ کو نہیں ہوسکتا۔ظاہر ہے جو حقیقت سے جتنا زیادہ واقف ہوگا۔اُتنا ہی زیادہ اُس کو دوسروں کی نادانیوں پر رنج و غم ہوگا۔جتنے رسول اِس دنیا میں آئے ان میں سے اکثر اسی تکلیف اور غم میں مبتلا رہے کہ ان کی قوم نے اپنی نادانی کے باعث اُن کو جھوٹا سمجھا۔دلی کوفت تو ان کی جو ہوئی وہ ہوئی۔نادانوں نے اور بھی قسم قسم کی ایذائیں پہنچائیں۔لیکن وہ صبر کرتے اور اُن کی بدسلوکیوں کو برداشت کرتے رہے۔آخر کار اللہ نے قاعدے کے مطابق شریروں کے مقابلے میں اپنے رسولوں کی مدد کی قرآنِ مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر کار رسولوں کے مقابلے میں بڑے بڑے ہیکڑی کرنے والوں کی کچھ نہ چل سکی۔رسولوں کو ستانے والے اور نہ اُن کا کہنا ماننے والے رسولوں سے دشمنی نہیں کر رہے ہیں بلکہ خدا سے دشمنی کر رہے ہیں۔وہ خواہ کتنے ہی بظاہر کامیاب نظر آتے ہوں۔آخر کار ان کو خدا کا قہر گھیر لے گا اور وہ بُری طرح تباہ ہوں گے۔ارشاد ہے کہ اے رسول تجھ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا اور وہ اس جھٹلانے پر جو دلی کوفت کا بڑا باعث ہے اور دوسری ایذاؤں پر جو انہیں پہنچائی گئیں صبر کرتے رہے یہاں تک کہ ہماری مدد اُنکے پاس آ پہنچی اور رسول جیتے اور اُنکے دشمن ہارے۔پچھلے رسولوں کی کچھ خبریں تیرے پاس آ چکی ہیں۔ان سے معلوم ہوگا کہ رسول کے خلاف چلنے والوں کا کیا انجام ہوا۔رسول اپنے دشمنوں کے مقابلے میں جو حقیقت میں اللہ کے دشمن تھے کیسے ہمیشہ کامیاب ہوئے۔

(سورۃ الانعام۔آیت ۳۴)

صبر کی دعا ۔۔ میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پھر تم کو سولی پر چڑھاؤں گا وہ بولے ہم کو تو اپنے رب کی طرف جانا ہی ہے اور تیری ہم سے یہی دشمنی ہے کہ ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو جب وہ ہم تک پہنچیں مان لیا اے ہمارے رب ہم سب پر صبر کے دہانے کھول دے اور ہم کو مسلمان بنا

پچھلی آیتوں میں بیان ہوا کہ فرعون کے جمع کیے ہوئے ساحر حضرت موسیٰ علیہ اسلام سے ہار گئے۔لیکن پھر بھی اپنا رعب جمانے کے لئے جی کڑا کر کے جادوگروں کو ڈانٹا کہ تم سب کو اس سرکشی کا مزہ نہ چکا دوں تو میرا نام فرعون نہیں۔

اس آیت میں ارشاد ہے کہ ۔۔فرعون نے جادوگروں سے مخاطب ہو کر کہا تم سب کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا اور پھر تم سب کو سولی دے دوں گا جادوگروں نے کہا کہ ہم سب اپنے رب کی طرف جا کر ہی رہیں گے۔مرنا سب کو ہے۔تیرے ہی ہاتھ موت آنی ہے تو یوں ہی سہی۔یہ تیری سزا تھوڑی دیر اذیت اور دکھ دے گی اِس کے بعد جان نکل گئی تو پھر چین ہی چین ہے۔مرے گا تو بھی۔لیکن تیرے لئے مر کر چین نہیں۔اِس لئے تجھے جو کرنا ہے کر لے۔ہم بالکل بے گناہ ہیں تو ہم پر فقط اس لئے غضب ناک ہو رہا ہے کہ ہم نے اپنے رب کی کھلی نشانیاں دیکھ کر جو ہمیں موسیٰ علیہ اسلام کے ذریعے اس نے دیکھائیں۔اِس پر ایمان لائے۔کوئی معقول آدمی سچائی کو دیکھ کر اس کے ماننے بغیر نہیں رہ سکتا۔اس بات پر بُرا ماننے کی کوئی وجہ نہیں۔نہ تجھے اِس پر بگڑنے کا کوئی حق ہے۔لیکن اگر تو ظلم پر ہی تلا ہوا ہے تو تو جان لے کہ ہم تو اپنے رب سے دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں ہمت اور صبر دے تا کہ یہ تھوڑی دیر کی اذیت جھیلنی ہمارے اوپر آسان ہو جائے۔اے ہمارے رب ہماری التجا یہ ہے کہ ہم پر صبر کے دروازے کھول دے تا کہ ہمارا قدم تیری راہ سے نہ ڈگمگائے اور ہم تجھے دل سے اپنا رب مانتے ہوئے اور تیری فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہوئے اِس دنیا سے رخصت ہوں۔دکھ اور درد کی وجہ سے ہمارے ایمان میں خلل نہ آئے اور ہم تیرے فرمانبردار ہو کر تیرے دربار میں حاضر ہوں۔

(سورۃ الاعراف۔آیت ۔ ۱۲۴۔۱۲۵۔۱۲۶)

فلاح کا راستہ ۔۔اے ایمان والو جب کسی فوج سے بِڑھو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو تا کہ تم مراد پاؤ اور اللہ کا اور اُس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں نہ

جھگڑو کہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی اور صبر کرو بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

اِس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کی مدد اس وقت آتی ہے۔ جب آدمی ہمت دکھائے اور صبر واستقلال کے ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرے۔ اللہ کو یاد رکھو۔ سست اور نکمے لوگ۔ بے صبرے ،مشکلات میں گھبرا جانے والے ،جزع فزع کرنے والے اِس قابل نہیں کہ اللہ اُن کی مدد کرے۔ جو اللہ کو بھولے ہوئے ہیں وہ اس کی خاص مدد سے محروم ہیں۔

ارشاد ہے کہ ایمان والوں کو لازم ہے کہ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہیں۔ اسلام خواہ مخواہ لڑائی نہیں چاہتا۔ وہ دنیا کے لئے امن کا پیغام ہے اس نے سب سے پہلے انسان کو وہ عام اُصول بتائے ہیں۔ جن کو اختیار کر کے اس کا ہر فرد یا گروہ خود بھی زندہ رہ سکتا ہے۔ اور دوسروں کو بھی زندہ رکھ سکتا ہے۔ امن وامان قائم کرنا اُس کا پہلا مقصد ہے۔

لیکن اگر شریر لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آئیں۔ اور فساد کے رفع کرنے کی سوا لڑائی کے کوئی اور صورت نہ ہو اس وقت مسلمانوں کو لازم ہے کہ انتہائی صبر واستقلال دکھائیں اور اللہ کو ہر وقت یاد کریں۔ اللہ کا اور اس کے رسول ﷺ کا کہنا ماننے کے لئے دل وجان سے تیار ہو جائیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے لڑنا جھگڑنا بالکل موقوف کر دیں۔ آپس میں لڑنے جھگڑنے سے قوم یقیناً کمزور ہو جاتی ہے۔ اور اُس کی ہوا اُکھڑ جاتی ہے۔ دنیا میں رسوائی اور بدنامی حاصل ہوتی ہے۔

اس کے بعد اُن کو چاہیئے کہ سختیوں اور شدتوں سے بالکل نہ گھبرائیں اور مشکلات کے سامنے پہاڑ کی طرح ڈٹے رہیں۔ ایمان پر قائم رہنے والے اور صابر و شاکر لوگوں کے ساتھ اللہ عزوجل ہر وقت موجود ہے۔ اور انہیں ہر قدم پر اُس کی مدد صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ **(سورۃ الانفال ۔آیت ۴۵۔۴۶)**

دوگنوں سے لڑو۔۔ اب اللہ نے تم پر سے بوجھ ہلکا کر دیا اور جانا کہ تم میں سستی ہے سو اگر تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو پر غالب ہوں گے اور اگر تم میں ہزار ہوں تو دو ہزار پر غالب ہوں گے اللہ کے حکم سے اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کے ساتھ ہے

صٰبِرَۃٌ (صبر کرنے والے) اسم فاعل مونث ہے۔ صبر سے اس کا مذکّر صابر ہے۔ جس کی جمع صابرین ہے۔ صبر کے معنی ٹھرنے اور قائم رہنے کے ہیں۔ مصیبت میں گھبرائے نہیں اور چیخ وپکار نہ مچائے۔ یہ بھی صبر ہے۔ اچھے کام اور اچھی باتیں ہمیشہ کرتا رہے اور کبھی جان بوجھ کر ناغہ نہ کرے یہ بھی صبر ہے۔

پچھلی آیت میں شکل تو خبر کی تھی۔ مگر اصل میں حکم دیا گیا تھا۔ کہ مسلمانوں کو اپنے سے دس گنوں کے مقابلے سے بھاگنا نہ چاہیئے۔ اس وقت مسلمان بڑے پختہ ایمان والے اور جوشیلے تھے۔ ان کو یہ حکم ماننا آسان تھا۔ چنانچہ انہوں نے مانا۔ اور اللہ نے اُن کا صبر وثبات دیکھ کر اُن کی مدد کی اور اُن کی کوششوں کو پروان چڑھایا۔ اس کے بعد جب زمانہ گذرنے کی وجہ سے یہ پرانے لوگ بوڑھے اور ضعیف ہو گئے اور نئے لوگوں میں وہ ولولہ اور جوش جو پہلے لوگوں میں تھا۔ کسی قدر کم ہو گیا تو ان کی حالت کی رعایت کر کے پہلے حکم کو ہلکا کر دیا۔ اس آیت میں اِس کا ذکر ہے۔

ارشاد ہے کہ چونکہ تم اب پہلے کی نسبت کچھ سست ہو گئے ہو۔ اور تمہاری ہمت بھی پہلے جیسی نہیں رہی ہے۔ اس لئے تمہیں پہلا حکم کس قدر گراں گذرے گا۔ خیر اب تمہیں یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ اپنے سے دوگنے لوگوں کے سامنے سے مت بھاگو۔ ان کے سامنے مردانگی سے ڈٹے رہو۔ تم نے اپنی ہمت دیکھائی۔ تو اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔ اور تم فتح یاب ہو گئے۔ نبی ﷺ کے زمانے کے بعد سے لے کر آج تک یہی حکم قائم ہے۔ اگر دشمن تعداد میں مسلمانوں سے دوگنے ہوں۔ تو مسلمانوں کو اُن کے سامنے سے بھاگنا نہیں چاہیئے۔ بلکہ ان سے ڈٹ کر مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اگر ایسا نہیں کیا تو گناہ گار ہوں گے۔ لیکن اگر دشمن دوگنے سے زیادہ ہے۔ اور مسلمان اللہ کی مدد پر اعتماد کر کے اس سے لڑتا رہے تو اس کا درجہ یقیناً زیادہ بلند ہے۔ **(سورۃ الانفال ۔آیت ٦٦)**

جہاد کرنے والے۔۔ پھر یہ بات ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر جنھوں نے وطن چھوڑا مصیبت اُٹھانے کے بعد پھر جہاد کرتے رہے اور صبر کیا اور قائم رہے بیشک ان باتوں کے بعد تیرا رب بخشنے والا مہربان ہے

ارشاد ہے کہ جب وہ دنیا کا اس قدر خیال کرتے ہیں کہ اس سے اوپر اُن کی آنکھ اُٹھتی ہی نہیں تو پھر یہ آخرت میں کیا خاک پائیں گے سو نقصان کے اور کچھ اُن کے پلّے پڑ ہی نہیں سکتا۔ مکّہ والوں نے مسلمانوں پر ابتدا میں اِس قدر ظلم توڑے کہ جن کو پڑھ کر آج بھی رونگھٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ حتّٰی بعض لوگ شہید بھی ہو گئے۔ انہی شہید ہونے والوں میں ایک بزرگ حضرت یاسرؓ اور ان کی زوجہ سمیہؓ تھیں۔ ایک دن ابو جہل نے حضرت یاسرؓ کے چاروں ہاتھ پاؤں چار مظبوط جوان اونٹوں سے باندھ کر انہیں ہانک دیا۔ اور ہاتھ پاؤں کے جسم سے علحٰیدہ ہو جانے پر وہ تڑپ تڑپ کر شہید ہو گئے۔ پھر اُن کی بیوی سُمیّہ کی شرم گاہ میں نیزہ مارا جو کمر تک نکل گیا اور وہ بھی شہید ہو گئیں یہ اسلام کے پہلے شہید ہیں لیکن اُن کے جوان فرزند نے جان بچانے کے لئے منہ سے ایسا لفظ کہہ دیا جو قابلِ اعتراض تھا مگر دل میں ایمان پختہ تھا۔ آخر روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی کہ جان لیوا مصیبتوں سے بچنے کے لئے منہ سے اسلام کا انکار کر دینا لیکن دل میں ایمان پر قائم رہنا۔ پھر گھر بار چھوڑ کر دین کی

خاطر ہجرت کر جانا اور پھر مسلمانوں کے ساتھ ملکر اسلام کے بچانے کے لئے جدو جہد کرتے رہنا اور صبر و استقلال سے دین پر جمے رہنا ان سب باتوں کے بعد پہلی لغزیش معاف کر دے گا۔ وہ غفور رحیم ہے۔ **(سورۃ النحل ۔ آیت ۱۱۰)**

کرنا کیا چاہیئے ؟ ۔۔ اور بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر تمہیں تکلیف پہنچائی جائے اور اگر صبر کرو تو یہ صبر کرنے والوں کے لئے بہتر ہے اور تو صبر کر اور تجھ سے اللہ ہی کی مدد سے صبر ہو سکے گا اور ان پر غم نہ کھا اور ان کے فریب سے تنگ مت ہو بے شک اللہ ان کے ساتھ ہے جو پرہیز گار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں

ارشاد ہے کہ اصلی باتیں اپنے قول اور برتاؤ کے ذریعے لوگوں کے سامنے رکھ دو (۲) وعظ اور نصیحت بے غرضی کے ساتھ کرو (۳) مناسب وقت پر اچھی سے اچھی بات کہہ کر لوگوں کو قائل کرو۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ کون بہکا ہوا ہے اور کون ٹھیک چل رہا ہے

پھر ارشاد ہے کہ لوگوں سے جو بُرائی پہنچے اسکا اگر بدلہ لینا ہو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنی برائی ہے اور اگر صبر کرو تو صبر کا پھل بہت ہی اچھا ملتا ہے۔ صبر کی توفیق اللہ سے مانگو۔ مخالفین کی ضد اور ہٹ دھرمی سے غمگین اور اُن کی چالبازیوں سے تنگ دل مت ہو۔ یقین رکھو کہ اللہ ان کے ساتھ ہے جو اُس سے ڈر کر بُرے کام چھوڑتے ہیں اور اس کے بتائے ہوئے نیک کام اختیار کرتے ہیں۔ **(سورۃ النحل ۔ آیت ۱۲۶ ۔ ۱۲۷ ۔ ۱۲۸)**

صبر اور شکر کا مقام ۔ ۔ اور گر ہم اس کو تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی آرام چکھا دیں تو بول اٹھے دور ہوئیں مجھ سے بُرائیاں وہ اترانے والا شیخی خورا ہے مگر جو لوگ صابر ہیں اور نیکیاں کرتے ہیں ان کے واسطے بخشش ہے اور بڑا ثواب ہے

ارشاد ہے کہ جب مصیبت دور ہوتی ہے اور خوشحالی آتی ہے تو اس وقت انسان آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کہتا ہے کہ اب تو مزے ہی مزے ہیں مصیبتوں اور بے چینیوں کا منہ کالا ہوا۔ راحت اور آرام کی گھڑیاں آئیں۔ پریشانیوں سے پیچھا چھوٹا اور کیوں نہ ہو میں نے سخت محنت کی۔ دولت کمائی۔ مشقتیں برداشت کیں۔ یہ میرا حق ہے اور مجھے مل گیا۔ ایک طرف تو ذرا سی تکلیف سے بے حد گھبرا جانا۔ مایوسی کے کلمات منہ سے نکالنے لگنا۔ اللہ سے پھر جانا اور دوسری طرف آرام اور راحت کے وقت خوشی سے پھول جانا۔ شیخی بگھارنا اور اس کو اپنی تدبیر اور ہوشیاری کا نتیجہ سمجھنا۔ انسان کی معمولی باتیں ہیں۔ لیکن ان سب سے اس کی نادانی ٹپکتی ہے اور چھچھورا پن ظاہر ہوتا ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں باتیں انسان کے شایانِ شان نہیں۔ بلکہ اس کے درجہ سے بہت گری ہوئی ہیں۔ انسان کو چاہیئے کہ ہر حالت میں وقار اور تحمل ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ بدحالی میں شکستہ خاطر نہ ہو اور خوشحالی میں آپے سے باہر نہ ہو جائے۔ اس کے لئے مناسب طرز عمل یہ ہے کہ **جس حال میں ہو صبر و تحمل** سے کام لے۔ بدحالی اور خوش حالی دونوں صورتوں میں کام وہی کرے جو اُس کے مرتبے اور شان کے لائق ہیں اور جن کو عقل مند اچھے کام کہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی خطائیں اور لغزیشیں معاف کر دی جائیں گیں۔ اور ان کو دنیا میں دلی سکون اور آخرت میں اجر عظیم نصیب ہو گا۔ **(سورۃ ھود ۔ ۱۰ ۔ ۱۱)**

مصیبت میں فریاد ۔۔ اور جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا ہوا پھر جب ہم اس سے وہ تکلیف دور کر دیتے ہیں چلا جاتا ہے گویا ہم کو کسی تکلیف پہنچنے پر پکارا نہ تھا۔ اسی طرح پسند آیا ہے بے باک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں

ارشاد ہے کہ انسان خوشحالی میں اللہ کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لیکن جب اُس پر کوئی مصیبت پڑتی ہے اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا تو وہ جس حالت میں بھی ہو لیٹا ہو ، بیٹھا ہو ، یا کھڑا ہو بے ساختہ اللہ کو پکارتا اور اس کی مدد طلب کرتا ہے ، اللہ فرماتا ہے کہ جب مصیبت میں اور کوئی مدد کرنے والا نہیں ہوتا تو انسان ہمیں پکارتا ہے۔ پھر جب ہم اس کی مصیبت دور کر دیتے ہیں تو اس کو بھول جاتا ہے کہ مصیبت دور کرنے کی اللہ سے التجا کی تھی اور اس بھول جانے کو وہ معمولی بات سمجھتا ہے اور یہ نہیں سمجھتا کہ اس منعم حقیقی کی ناشکری کا وبال اس پر پڑے گا۔ **(سورۃ یونس ۔ آیت ۱۲)**

استقامت ۔۔ سو تو جیسا تجھے حکم ہوا اور وہ جنہوں نے تیرے ساتھ توبہ کی سیدھے چلے چلو اور حد سے نہ بڑھو بیشک وہ دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں کبھی تم کو بھی آگ آ لگے اور تمہارا اللہ کے سوا کوئی مددگار نہیں پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے

یہ تو ظاہر ہے کہ آدمی خواہشوں کی پوٹ ہے اور اس کی زندگی ان کے پورا کیے بغیر چل نہیں سکتی۔ لیکن ان کو قابو میں رکھنا۔ اور شرع کی حد میں رہ کر انہیں پورا کرنا کامیاب زندگی کے لئے ضروری ہے ، اگر حد سے نکل گیا تو گمراہ ہو گیا۔ دشمن یہی چاہتے ہیں کہ اسے گمراہ کر دیں۔ اور شرع کی حدود سے باہر نکال دیں اور کہیں کہ خواہشوں کو بے روک ٹوک پورا نہ کیا۔ تو زندگی کا مزہ ہی کیا پایا یہاں یہ ہدایت ہے کہ گمراہوں کا کہنا نہ مانو رسول ﷺ کے ساتھ شرع کے قانون پر چلے چلو اور اللہ کی مقرر کی ہوئی حدود سے مت نکلو

اللہ عزوجل تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے دیکھنا کہیں نام نہاد آزادی کے پھندے میں نہ پھنس جانا نہیں تو تم بھی ظالموں میں شامل ہو جاؤ گے اور تمہیں بھی دوزخ کی آگ اپنے لپیٹ میں لے لے گی یاد رکھو اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے (سورۃ ھود ۔ آیت ۱۱۲۔۱۱۳)

انسان کی بے صبری ۔۔ سو انسان کی مہربانی کے نشان دیکھ لے کہ کیوں کر زمین کو اُس کے مرے پیچھے زندہ کرتا ہے بیشک وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اگر ہم ایک ہوا بھیجیں پھر وہ کھیتی کو دیکھیں کہ زندہ ہو گئی تو اُس کے پیچھے ناشکری کرنے لگیں

مسلمانوں کو سمجھا جا رہا ہے کہ اس وقت کی عارضی تنگی سے نہ گھبرائیں۔ جس طرح بارانِ رحمت سے پہلے گرمی اور تپش کی شدت ہوتی ہے۔ اور اس قدر لوگ ٹھنڈک سے مایوس ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کی یہ تکلیفیں آئیندہ کی خوشحالی کا پیش خیمہ ہیں۔ ارشاد ہے کہ زمین گرمی کی شدّت سے خشک اور مُردہ ہو جاتی ہے ہر طرف خاک اُڑتی نظر آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی ساری زندگی کی رگیں سوکھ گئیں۔ لیکن انجام پر نظر رکھنے والے دل جانتے ہیں کہ عنقریب بارش آئے گی اور مُردہ زمین پر پھر جان پڑ جائے گی یہ خشک اور مرجھائی ہوئی سطح زمین ہری بھری اور تر و تازہ ہو جائے گی۔ رگ رگ میں زندگی کا خون دوڑنے لگے گا۔ اللہ کی رحمت کا ظہور ہوگا اور ساری سختی کافور ہو جائے گی۔ اسی طرح تمہارے بھی دن پھیریں گے۔ اور خوشی کا دور ہوگا اور دشمن منہ کی کھائیں گے۔ جہاں مسلمانوں کو خزاں کے بعد بہار دیکھ کر یہ سبق سیکھنا ہے کہ بھلے دن آنے والے ہیں۔ وہاں بے دینوں کو اِس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ اسی طرح مردہ انسان بھی اللہ کی رحمت سے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے۔ اللہ عزوجل میں سب قدرت ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ انسان غرض کا بندہ ہے۔ اچھی حالت ہوئی تو خوش ہو گیا۔ کوئی آفت آپڑی تو ناشکری کرنے لگا۔ پھر ارشاد ہے کہ ابھی ہم ایسی ہوا چلا دیں جو ہری بھری کھیتوں کو جھلس دے اور وہ سوکھ کر زرد پڑ جائیں تو یہ لوگ ابھی اللہ کی ناشکری پر اُتر آئیں۔ حالانکہ بندوں کو ہر حالت میں اپنے آقا کے حکم پر راضی رہنا چاہیئے۔ (سورۃ الرّوم ۔ آیت ۵۰۔۵۱)

صبر کی تلقین ۔۔ تو تحمل کرتا رہ اُس پر جو وہ کہتے ہیں اور یاد کر ہمارے بندے داؤد قوت والے کو وہ تھا رجوع کرنے والا ہم نے تابع کیے پہاڑ اور اُس کے ساتھ تسبیح کرتے تھے شام کو اور صبح کو اور اُڑتے جانور جمع ہو کر سب اُس کے آگے رجوع کیے رہتے

حضرت محمد ﷺ کے لئے ارشاد ہوتا کہ ان کافروں کی گستاخی اور سرکشی حد سے بڑھ گئی ہے۔ ان کی ایذا رسانی کے مقابلے میں صبر سے کام لو۔ صبر و تحمل سے مصیبتیں جھیلنے والوں کا انجام بہت اچھا ہوتا ہے، خاص کر جب وہ اللہ سے لو لگائے رہیں۔ اِس کی مثال داؤدؑ کے قصّہ میں ہے۔ وہ مصیبت میں صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ اور صرف اللہ سے دھیان لگائے رہتے۔ آخر اللہ عزوجل نے اُن کی مدد کی ، نبوت عطا فرمائی اور اُن کی آواز میں ایسا اثر دیا کہ صبح و شام باہر میدان میں جا کر اللہ عزوجل کی حمد و ثناء اور تسبیح بلند آواز میں کرنے لگتے تو اُن کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرنے لگتے۔ پرندے اُڑتے اُڑتے ٹھہر جاتے اور پر باندھ کر کھڑے ہو جاتے اور سب آپ کی طرف منہ کر کے آپ کی تسبیح کی نقل کرتے یہ ابتدا میں صبر کے ساتھ سختیاں جھیلنے کا اثر تھا۔ اللہ عزوجل نے نے انہیں دنیا ہی میں بدلہ دے دیا۔ (سورۃ ص ۔ آیت ۱۷۔۱۸۔۱۹)

صبر کی نصیحت ۔۔ اس میں اِن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں جو دھیان کرتے ہیں ایمان والوں سے کہہ دو ان سے درگزر کریں جو اللہ کے دنوں کی اُمید نہیں رکھتے تاکہ وہ ایک قوم کو سزا دے بدلہ اُس کا جو وہ کماتے تھے جس نے بھلا کام کیا تو اپنے واسطے اور جس نے بُرا کام کیا سو اپنے حق میں پھر تم اپنے رب کی طرف پھیرے جاؤ گے

اس آیت میں ارشاد ہے کہ سوچنے والے ان سب باتوں کے دیکھ کر ضرور اللہ کو پہچان لیں گے، اُس نے ہر چیز کو انسان کے تابع فرمان کر دیا۔ اور اتنی عقل دی کہ اُن سے کام لینے کے قاعدے دریافت کرے اور ان کے مطابق اُن سے ہر طرح کے فائدے حاصل کرے۔ آخر انسان میں اِتنی لیاقت کہاں سے آئی کہ کوئی چیز جس سے وہ کام لینا چاہے۔ اس کی خدمت سے انکار نہیں کرتی۔ بلکہ بہت سی چیزیں خود بخود بغیر کوئی کوشش کے اسی کے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ یہ سب اللہ کی رحمت کی نشانی ہے لیکن پھر بھی بہت سے لوگ اللہ کو نہیں مانتے۔ اس کے بعد اللہ کے ماننے والوں کو دنیا میں رہنے کا قاعدہ بتایا گیا ہے کہ ایسے لوگ جو اُس کی رحمت سے دنیا میں مزے سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور اللہ کو نہیں مانتے۔ نہ اُس کی رحمت کی اُمید رکھیں اور نہ اُس کے عذاب سے ڈریں۔ اگر ایسے لوگوں سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو خود اُن سے بدلہ لینے کا اِرادہ مت کرو۔ اللہ پر معاملہ چھوڑ دو وہ اُن کو سزا دے گا۔ یا خود تمہارے ہی ہاتھوں اُنھیں سزا دلوا دے گا یا خود ہی اُن پر بلا نازل کر دے گا۔ تم تو یہ سمجھ لو کہ جو بھلا کرے گا۔ تو اپنے لئے۔ پھر آخر ایک دن قیامت آئے گی۔ تم سب اللہ کے آگے حاضر ہوں گے۔ اُس دن سب کا حساب رتی رتی چکا دیا جائے گا۔

(سورۃ الجاثیہ ۔ آیت ۱۳۔۱۴۔۱۵)

دُنیا کے دل دادہ ۔۔۔ جو لوگ دنیا کی زندگی کے طالب تھے کہنے لگے کاش ہم کو بھی ملے جیسا کچھ قارون کو ملا ہے بے شک اُس کی قسمت بڑی ہے اور جن لوگوں کو سمجھ ملی تھی بولے افسوس ہے تم پر اللہ کا دیا ہوا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لایا اور اچھا کام کیا۔ اور نہیں نصیب ہوتی یہ بات مگر جو صبر کرنے والے ہیں

قارون کی شان و شوکت دیکھ کر دنیا کے طلبگاروں کے منہ میں پانی بھر آیا۔ کہنے لگے کیا ہی اچھا ہوتا ہمیں بھی ایسا ہی مال اور ساز و سامان نصیب ہوتا جیسے قارون کو ملا ہے۔ یہ بڑا ہی قسمت والا ہے۔ بڑے ہی نصیبوں والا ہے ۔اس کے سارے ارمان پورے ہوئے بڑے مزے سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ان کا یہ حال دیکھ کر سمجھ دار لوگ جو حقیقت سے آگاہ تھے بولے کم بختو! یہ تم کیا کہہ رہو اِس عارضی چمک دمک میں کیا رکھا ہے۔ یہ کتنے دن کی ہے۔ اللہ کے ہاں جو سامان عیش تیار ہے اس کے آگے یہ کیا چیز ہے۔ مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں۔ لیکن وہ تو اُن لوگوں کو نصیب ہوگا۔ جو دنیا میں بڑے لوگوں کو دیکھ کر بے صبری سے کام نہیں لیتے۔ بلکہ صبر کے ساتھ اللہ کے دینے پر قناعت کر کے اس کے احکام بجالانے میں لگے رہتے ہیں۔ دنیاداروں کی سی زندگی کی تمنا نہیں کرتے۔

(سورۃ القصص ۔ آیت ۷۹۔۸۰)

اللہ رازق ہے ۔۔۔ ہر شخص کو موت کا مزہ چکھنا ہے پھر ہماری ہی طرف لوٹو گے اور جن لوگوں نے ایمان لا کر اچھے کام کیے ہم انہیں بہشت کے بالاخانوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہیں گے کام کرنے والوں کا ثواب کیا ہی اچھا ہے جنہوں نے صبر کیا اور اپنے رب پر بھروسہ رکھا اور کتنے جانور ہیں جو اپنی روزی نہیں اُٹھا سکتے اللہ اُن کو روزی دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

مکّہ کے کافروں نے مسلمانوں کا جینا دشوار کر دیا تھا۔ مسلمانوں سے اس آیت میں کہا جا رہا ہے کہ زندگی سے مقصود اللہ کی عبادت ہے۔ اگر وطن میں رہ کر اللہ کی عبادت نہیں کر سکتے تو دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ۔ دنیا کی تکلیف کچھ دن کی ہے۔ آخر موت آنی ہے۔ یاد رکھو موت کا مزہ ضرور ہر شخص کو چکھنا ہے۔ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔
اور تم سب مر کر ہی ہمارے پاس آؤ گے۔ مرنے کے وقت مجبوراً وطن ، کنبہ ، یار دوست سب کو چھوڑنا پڑے گا۔ اس وقت اپنی خوشی سے اللہ کے لئے یہ سب کچھ چھوڑ دو گے تو اس کا بدلہ مرنے کے بعد ملے گا۔ ہمارا وعدہ ہے کہ ہم ایمان لا کر اچھے کام کرنے والوں کو جنت کے اونچے اونچے گھروں میں بسائیں گے۔ جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ کے لئے آباد ہو جائیں گے۔ اس کے بعد اسی (۸۰) بیاسی (۸۲) گھر مکّہ سے حبشہ ہجرت کر گئے۔
یہ پچھلی آیت کا حصّہ ہے ارشاد ہے کہ اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑنے والے ایمان والوں کی جنّت میں اونچے اونچے مکان ہمیشہ کے لئے رہنے کو ملیں گے۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ یہ اُن کام کرنے والوں کی بہت ہی اچھی مزدوری ہے۔ جنہوں نے اللہ کی حکم برداری میں صبر سے ساتھ مشقتیں اُٹھائیں اور اپنے پروردگار پر بھروسہ کیا۔ آگے ارشاد ہے کہ ہجرت کرنے سے یہ خیال نہ مانع ہونا چاہیئے کہ سب کچھ یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو وہاں جا کر کھائیں کہاں سے بہت سی اللہ کی مخلوق اس دنیا میں ایسی ہیں کہ جن کے پاس کھانے پینے کو کچھ بھی نہیں ہوتا۔ صبح خالی ہاتھ اُٹھتے ہیں اور رات خالی ہاتھ سوتے ہیں۔ اللہ انہیں بھی رزق تو دیتا ہی ہے۔ اسی طرح تمہارا رازق بھی وہی ہے جہاں جاؤ گے اپنی رحمت سے تمہارے گذارنے کا سامان کر دے گا۔ اللہ کے نہ ماننے کی کوئی وجہ نہیں ان کافروں ہی سے پوچھ کر دیکھ لو کہ یہ آسمان کس نے پیدا کیے۔ زمین کس نے بنائی۔ سورج اور چاند کو کس نے اپنے اپنے کام پر لگایا۔ ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ نے۔ مگر معلوم نہیں اتنا اقرار کرنے کے بعد یہ اس کی تابعداری اور عبادت سے منہ کیسے اور کہاں سے موڑ لیتے ہیں۔

(سورۃ العنکبوت ۔ آیت ۵۶۔۵۷۔۵۸۔۵۹)

اچھی باتیں ۔۔ اے بیٹے نماز قائم رکھ اور نیکی کا حکم کر اور بُرائی سے منع کر اور جو تجھ پر پڑے اس پر تحمل کر بیشک یہ ہیں ہمت کے کام

ارشاد ہے کہ حضرت لقمٰن نے بیٹے کو سمجھایا کہ بیٹا نماز ہمیشہ باقاعدہ پڑھا کرو اور لوگوں کو نیک کام کو کہتا رہا کر اور ان کو بُرے کاموں سے روک اور اگر کوئی رنج یا دکھ تجھے پہنچے تو **صبر اور خاموشی** کے ساتھ برداشت کر۔ یہی وہ کام ہیں جن سے ہمّت اور پختگی اور مضبوطی ظاہر ہوتی ہے آدمیوں سے منہ پھلا کر ٹیڑھے منہ سے بات نہ کر اور متکبّروں کی طرح گال پُھلا کر اُن سے منہ مت پھیر۔ زمین پر اتراتا ہوا مت چل۔ اللہ اِترانے والے ، بڑائیاں مارنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ چال میں میانہ روی اختیار کر اور پست اور نرم آواز سے بات کر۔ گدھے کی طرح مت چلاّ۔ اس کی کرخت آواز ہر ایک کو بُری لگتی ہے۔ یہ لقمان کی نصیحتوں کا لبِ لباب ہے جو قرآن میں ہے۔ ہر ایک کو ان پر عمل کرنا چاہیئے

(سورۃ لقمٰن ۔ آیت ۱۷)

اور نشانیاں ۔۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ سمندر میں جہاز اللہ کی نعمت لے کر چلتے ہیں تا کہ تمہیں اپنی کچھ قدرتیں دکھائے البتہ ان میں ہر ایک صبر کرنے والے شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں

ارشاد ہے کہ جہازوں کو دیکھتے ہو۔ پانی کی سطح پر کیسے چلتے ہیں ۔اور اللہ کی نعمتوں کو ادھر سے اُدھر اُٹھا کر پہنچا دیتے ہیں۔ کیا تمہیں اِس میں اللہ کی قدرت نظر نہیں آتی ؟ ہر معتدل مزاج شکر گذار کے لئے اِس میں اللہ کی معرفت کی نشانیاں ہیں۔ پھر کبھی طوفان آ جاتا ہے۔اور پہاڑوں جیسی موجیں سر پر چھا جاتی ہیں تو کشتی والے اللہ ہی کو خلوص سے پکارنے لگتے ہیں مگر خشکی میں آ کر کوئی ہوتا ہے جو اپنی بات پر قائم رہتا ہے ورنہ اکثر اپنی بات سے پھر جاتے ہیں اور ناشکری کرنے لگتے ہیں **(سورۃ لقمٰن ۔ آیت ۳۱)**

مقرر دستور ۔۔ اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی سو تو اِس کے ملنے سے دھوکے میں مت رہ اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے واسطے ہدایت کیا اور ہم نے ان میں سے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے راہ پر چلاتے تھے جب وہ صبر کرتے اور ہماری باتوں پر یقین کرتے رہے

کوئی شخص واقعی سچی بات کہہ رہا ہو اور درحقیقت بہترین مشورہ دے رہا ہو اور لوگ اس کی نہ سنیں تو اسے لازمی طور پر رنج اور ملال ہوگا۔ ہوسکتا ہے اس کے دل میں یہ خیال گذرے کہ کہیں میں خود تو دھوکے میں مبتلا نہیں ہوں کہ اپنی بات کو سچ سمجھ رہا ہوں۔ اور واقع میں وہ سچ نہ ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے قرآن مجید میں پیش کیا اور مکّہ کے اکثر لوگوں نے اسے نہ مانا۔۔ آپ کے دل میں اس وجہ سے رنج و غم کے پیدا ہونے اور سوچ میں پڑ جانے کا امکان بشریت کا تقاضہ تھا، اس لئے آپ کو تسلی دی جا رہی ہے کہ رنج مت کرو اور شک و شبہ کو دل میں جگہ نہ دو۔ سچّی کتاب کا نازل ہونا کوئی انوکھی بات نہیں ہے۔ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی۔ جس سے بنی اسرائیل کو صحیح راستہ ملا۔ اور ان میں دینی پیشوا اور امام پیدا ہوئے۔ جنہیں ہماری باتوں پر یقینِ کامل تھا اور مخالفوں کی ایذا رسانی پر صبر کرتے رہے۔ چنانچہ ان کی بدولت بہت سے لوگوں کو سیدھے راستہ پر چلنا نصیب ہوا اور انہیں فلاحِ دارین حاصل ہوئی۔ اسی طرح یہ قرآن تم پر نازل ہوا ہے۔ جس سے مخلوق کا بڑا حصّہ ہدایت پائے گا اور بڑے بڑے رہنما اس کی بدولت پیدا ہوں گے۔ اس لئے صبر اور یقین کے ساتھ اپنا کام کرتے رہو۔ **(سورۃ السّجدہ ۔ آیت ۲۳ ۔ ۲۴)**

مرد اور عورت کی برابری ۔۔ تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان دار مرد اور ایمان دار عورتیں اور فرمانبردار عورتیں اور سچّے مرد اور سچّی عورتیں اور صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں اور خشوع کرنے والے مرد اور خشوع کرنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں

قرآن مجید میں عام طور پر احکام کے اندر آدمیوں کو مخاطب کیا گیا ہے۔ اور اُن میں اخلاق کی درستی ،اچھی عادتوں کا اختیار کرنا ، نیک ہونے کا ثواب ، برائی کا عذاب سبھی کا بیان ہے۔ بعض عورتوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ہم عورتوں کے لئے کیا حکم ہے۔ یہ سب کچھ تو مردوں سے خطاب کر کے کہا جا رہا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ نیک کاموں کی کوشش کرنے میں مرد اور عورت برابر ہیں۔ اور اس میں الگ الگ آدمیوں اور عورتوں کا ذکر کر کے بتا دیا گیا ہے کہ جو اچھی عادتیں اختیار کرے گا۔ مرد یا عورت اُس کو اُس کا برابر اجر ملے گا۔ اور دس صفتیں بیان کر کے کھول کر بتا دیا کہ ان کے اختیار کرنے والے مرد اور عورت ثواب میں یکساں ہیں۔ کوئی فرق نہیں۔ ان دس صفتوں سے کوئی نیک کام باہر نہیں رہ جاتا۔

۱ ۔ اسلام ۔یعنی حکم بجالانے کے لئے تیار ہو جانا۔

۲ ۔ ایمان ۔یعنی عقیدہ درست کرنا۔

۳ ۔ عبادت ۔یعنی حکم کے مطابق کام شروع کر دینا۔

۴ ۔ صدق ۔یعنی قول و فعل میں سچائی اور دیانت۔

۵ ۔ صبر۔ یعنی نیک کاموں کے لئے مصیبتیں جھیلنا۔

۶ ۔ تواضع ۔یعنی اللہ کے سامنے عاجزی کا اظہار اور لوگوں سے اپنے آپ کو بڑا نہ سمجھنا۔

۷ ۔ خیرات ۔یعنی اپنے مال میں سے ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرنا۔

۸ ۔ روزہ رکھنا۔ یعنی اللہ کے حکم کے مطابق ایک مقرر وقت تک اپنی جائز خواہشیں پوری کرنے سے رکے رہنا۔

۹ ۔ حفاظت فروج ۔یعنی اپنی شہوت کے مقامات کو قابو میں رکھنا کہ کوئی خلاف قاعدہ کام نہ کر سکیں۔

۱۰ ۔ ذکر اللہ ۔یعنی اللہ کو کثرت سے یاد کرنا ۔

جو مرد یا عورت ان دس باتوں پر عمل کریں گے تو ان کے لئے اللہ کے ہاں بخشش اور بڑا ثواب تیار ہے ۔ **(سورۃ الاحزاب ۔ آیت ۳۵)**

خوش خبری -- تو کہہ اے میرے یقین لانے والے بندو اپنے رب سے ڈرو جنھوں نے اس دنیا میں نیکی کی ان کے لئے بھلائی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے بے شمار ثواب تو فقط صبر کرنے والوں ہی کو ملا کرتا ہے

پہلے بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں انسان ایک طریقہ پر قائم نہیں۔ بعض دنیا کہ عیش و آرام میں پھنس کر اللہ سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ مگر جب کسی بڑی آفت میں پھنس جاتے ہیں تو پھر اللہ کو پکارتے ہیں اور اس کے سوا اس وقت انہیں اور کوئی بھی یاد نہیں آتا۔ لیکن مصیبت ٹلتے ہی پھر اللہ کو بھول جاتے ہیں۔۔ بعض لوگ ہر حال میں اللہ ہی کو یاد رکھتے ہیں اور اُس کی عبادت اور شکر گزاری میں اپنی راتیں گزارتے ہیں۔ ان دونوں کا انجام یکساں نہیں ہوگا۔ پہلے لوگ مرکر دوزخ میں جلیں گے اور دوسرے راحت و آرام میں بسر کریں گے۔ اس آیت میں ان شکر گزار بندوں کے لئے ارشاد ہے کہ اے رسول ایمان والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے رب کے ڈر سے گناہوں سے بچتے رہو اور اس کی بندگی میں مصروف رہو اور اطمینان رکھو کہ اس دنیا میں اچھے کام کریں گے ان کی حالت دنیا اور آخرت میں اچھی رہے گی۔ اگر تمہیں تمہارے وطن والے نیکی کا راستہ اختیار کرنے سے روکیں اللہ کی زمین بہت بڑی ہے۔ دوسری جگہ چلے جاؤ اور اس تبدیلی میں جو تکلیفیں اُٹھانی پڑیں **اُنہیں صبر و استقلال کے ساتھ جھیلو ! اس صبر کا نتیجہ بہت اچھا ہوگا۔ دنیا میں جو اللہ کی اطاعت میں صبر کے ساتھ لگے رہتے ہیں وہی آخرت میں بے شمار انعام و اکرام پائیں گے۔ اس انعام و اکرام کے مقابلے میں تھوڑے دن کی زندگی میں اللہ کی فرمانبرداری کے اندر تکلیفیں جھیلنا کوئی چیز نہیں۔**

(سورۃ الزُّمر۔ آیت ۱۰)

مسلمانوں کا رویہ -- اور اس سے بہتر کس کی بات ہے جس نے اللہ کی طرف بلایا اور نیک کام کیا اور کہا میں حکم بردار ہوں اور نیکی اور بدی برابر نہیں بات کے جواب میں وہ بات کہہ جو اس سے بہتر ہو پھر تو دیکھ لے گا کہ کہ تجھ میں اور جس سے دشمنی تھی گویا کہ دوستدار قرابت والا ہے اور یہ بات ملتی انھی کو ہے جو صبر کرتے ہیں اور یہ بات ملتی اسی کو ہے جس کی بڑی قسمت ہے

اس آیت میں اسلامی سوسائیٹی کی پوری تصویر کھینچ دی گئی ہے۔ اس پر غور کرنے سے صاف سمجھ میں آجاتا ہے کہ آپس میں ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے کیسے برتاؤ کرتا ہے نیز یہ کہ سوسائیٹی میں اس کا رویہ کیا ہونا چاہیے۔ اس پر عمل کیا جائے تو دنیا سے لڑائی بالکل اُٹھ جائے اور امن پھیل جائے۔

آگے ارشاد ہے کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوسکتیں۔ نیکی نیکی ہے اور بدی بدی ہے نیک بننے کے لئے اچھے اخلاق بناؤ اور لوگوں کو باہم ملانے کی کوشش کرو اور اس کے لئے اصل گُر یہ ہے کہ اگر تمہارے ساتھ بُرائی کرے تو اُس کا جواب بُرائی سے نہ دو۔ بلکہ جہاں تک ہوسکے۔ اس سے اچھا جواب دو۔ گالی کا جواب خاموشی سے اور سخت کلامی کا جواب شیریں کلامی سے دو۔ حیرت ہوگی کہ تمہارے اس برتاؤ سے تمہارا دشمن تمہارا گہرا دوست بن جائے گا اور وہی شخص جو تمہارے ستانے پر تلا ہوا تھا۔ تمہاری خاطر مدارت کرنے لگے گا۔ لیکن اس طریقہ کو وہی لوگ اختیار کرسکتے ہیں۔ جن میں برداشت کی طاقت ہو ذراسی بات میں آپے سے باہر نہ ہو جائیں۔

بلکہ صبر اور حوصلہ سے کام لیں۔

ارشاد ہے کہ یہ برتاؤ وہی لوگ اختیار کرسکتے ہیں جن کا حوصلہ بلند ہو۔ اور جو بڑے خوش قسمت اور بڑے نصیب والے ہیں۔ ہر شخص کا یہ کام نہیں جو اپنے غصّہ کو اس قدر قابو میں کرلے۔ ایسا ہوتا تو پھر دنیا میں ہر طرف امن و امان ہی نظر آتا۔ لڑائی کا نام ونشان تک نہ رہتا۔ اس سے پہلے مسلمانوں کی کامیابی کا راز یہی تھا کہ وہ ایسے حوصلہ منداور برداشت کرنے والے لوگ تھے کہ بڑوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے۔ کیا ایسی تعلیم دینے والا دین لڑائی جھگڑا سکھا سکتا ہے ؟

(سورۃ حٰمٓ السجدۃ۔ آیت ۳۳۔۳۴۔۳۵)

اللہ کی قدرت کو پہچانو۔۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ دریا میں جہاز چلتے ہیں جیسے پہاڑ اگر چاہے ہوا کو تھام دے پھر سارے دن اس کی پیٹھ پر ٹھیریں رہیں اس بات میں پتے ہیں ہر قائم رہنے والے کے لئے جو احسان مانے

ارشاد ہے کہ جہاز میں **صبر و شکر دونوں کا موقعہ ہے** ۔ کیونکہ اس میں آفتیں بھی ہیں اور فائدے بھی۔ آگے ارشاد ہے کہ جیسے اللہ ہوا کو روک کر جہازوں کو کھڑا کرسکتا ہے۔ ایسے ہی لوگوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے تیز ہوا بھیج کر جہازوں کو تباہ کرسکتا ہے اور چاہے تو بہت سے مسافروں کو اس تباہی سے بچا بھی لے۔ جہازوں کی تباہی سے یہ جتلانا مقصود ہے کہ اللہ کی قدرت کی نشانیوں میں جھگڑا کرنے والوں کے لئے اللہ کی پکڑ سے بچ کر بھاگنے کی کوئی جگہ نہیں نہ اس کے مقابلے میں کوئی تدبیر چل سکتی ہے۔

(سورۃ الشُّوریٰ۔ آیت ۳۳)

کھلانے کی غرض ۔۔ ہم جو تم کو کھلاتے ہیں تو خالص اللہ کی خوشی چاہنے کو نہ تم سے ہم بدلہ چاہیں اور نہ شکر گزاری ہم اپنے رب سے ایک اُداسی والے دن سے ڈرتے ہیں پھر اللہ نے اُن کو اِس دن کی بُرائی سے بچالیا اور لا دی اُن سے تازگی اور خوش وقتی اور اُن کو اُن کے صبر پر بدلہ دیا باغ کا اور ریشمی پوشاک کا تکیہ لگائے بیٹھیں اس میں تختوں کے اوپر نہیں دیکھتے وہاں دھوپ اور نہ سختی

ارشاد ہے کہ نیک لوگ حاجتمندوں کو کھانا کھلاتے وقت دل میں یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم تمہیں اس لئے کھانا کھلاتے ہیں کہ اللہ ہم سے راضی ہو جائے۔ نہ ہم تم سے اِس کا کچھ بدلہ چاہتے ہیں کہ ہمارا شکر ادا کرو ۔ہمیں تو قیامت کے دن اللہ کی ناراضگی سے ڈر لگتا ہے۔ وہ دن بڑی پریشانی اور سختی کا ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں کو اُس دن کی آفتوں اور پریشانیوں سے اللہ بچا لے گا اور اُن کو تر و تازہ چہرے اور دلی خوشی عطا فرمائے گا **اور دنیا میں جو اُنہوں نے صبر کے ساتھ اللہ کے حکم کو بجالانے میں تکلیفیں جھیلیں تھیں۔ اُن کے بدلے میں اُنہیں جنت میں داخل کرے گا** اور ریشمی لباس پہننے کو دے گا اور وہ وہاں بادشاہوں کی طرح سجے سجائے تختوں اور مسہریوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے۔

(سورۃ الدّھر ۔آیت ۹ ۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳)

افسوس جو کرنا تھا نہ کیا ۔۔ **یتیم کو جو قرابت والا ہے یا محتاج کو جو قرابت والا ہے یا محتاج کو جو خاک میں مل رہا ہے پھر ہو ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور آپس میں نصیحت کی صبر کی اور آپس میں نصیحت کی رحم کرنے کی**

انسان کی اجتماعی زندگی چاہتی ہے کہ ہر شخص اپنی خواہشوں کو روک کر جو کچھ اُس کے پاس ہے دوسروں کے لئے خرچ کرے۔ اور چونکہ یہ دشوار کام ہے اِس لئے ایسا سمجھو جیسے پہاڑ پر چلنا۔ انسان کو چاہیے کہ غلاموں اور قیدیوں کو دوسروں کی گرفت سے نجات دلائے اور جب غلّہ مہنگا ہو اور لوگ بھوکے مر رہے ہیں تو اپنے رشتہ دار یتیموں کو اور خاک پر پڑے ہوئے محتاجوں کو کھانا کھلائے اور اُس کے ساتھ ہی **اللہ پر ایمان لائے اور لوگوں کو صبر و تحمل اور برداشت کی تلقین اور آپس میں رحم کھانے کی تاکید کرتا رہے۔** جو یہ باتیں اختیار کرے گا وہ بڑا خوش قسمت ہے۔

(سورۃ البلد ۔ آیت ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸)

صبر کرو ۔۔ **کیا تو ان سے کچھ حق مانگتا ہے سو ان پر تاوان کا بوجھ پڑ رہا ہے کیا ان کے پاس غیب کا علم ہے سو وہ لکھ لاتے ہیں اب تو صبر و استقلال سے اپنے رب کے حکم کی راہ دیکھتا رہ مت ہو جیسا وہ مچھلی والا جب پکارا اُس نے اور غصہ میں بھرا ہوا تھا اگر اُس کو تیرے رب کا احسان نہ سنبھالتا تو پھینکا گیا ہی تھا چٹیل میدان میں اور مذمت کیا گیا ہوتا پس نوازا اُس کو اُس کے رب نے پس کر دیا اُس کو نیکوں میں**

ارشاد ہے کہ اے ہمارے رسول یہ تیری بات کیوں نہیں مانتے۔ تو اُنہیں ایسی باتیں بتا رہا ہے۔ جن میں ان کا سراسر بھلا ہے۔ اور پھر تو اُن سے کچھ اُجرت بھی طلب نہیں کرتا۔ جس کے بوجھ میں یہ دبے جا رہے ہوں اور دبتے ہوئے دم نکلتا ہو۔ کیا ان کے پاس غیب کی خبر آ جاتی ہیں۔ جنہیں وہ لکھ کر رکھ لیتے ہیں۔ جب اُن میں سے کوئی بات بھی نہیں تو پھر یہ اِن کی نری ہٹ دھرمی اور ضد ہے جو یہ تیری نہیں سنتے۔ **اس کا تو بس یہی علاج ہے کہ تم صبر سے اپنے رب کے حکم کا انتظار کرو** اور ذرا نہ گھبراؤ۔ ایسا مت کرو جیسا یونس علیہ السلام نے کیا کہ قوم کی ضد اور ہٹ دھرمی سے تنگ آ کر کہہ دیا کہ تم پر فلاں دن اللہ کا عذاب آ جائے گا۔ اور وہاں سے چل دیے۔ کشتی میں سے دریا میں پھینکے گئے اور ایک مچھلی نے اُنھیں نگل لیا۔ اس وقت غم و غصہ کے کی حالت میں اللہ کو پُکارا۔ ایک تو اپنی قوم پر غصہ دوسرے بے اجازت عذاب کے دن کے مقرر کر دینے کا ۔ بھاگ آنے کا رنج۔ اس پر مچھلی کے پیٹ میں قید ہونے کا غم۔ تنگ آ کر دعا کی۔ اگر اللہ کا فضل شامل نہ ہوتا تو مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے بعد چٹیل میدان میں بُرے حال میں پڑے رہتے۔ آخر اللہ نے اپنا رحم کیا۔ اور سب تکلیفوں سے نجات دے کر اپنا برگزیدہ بندہ بنایا اور نیک لوگوں میں داخل کر لیا۔

(سورۃ القلم ۔آیت ۔ ۴۷ ۔ ۴۸ ۔ ۴۹ ۔ ۵۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شکر۔ قرآنِ حکیم کی روشنی میں

پچھلے صفحات پر صبر کے موضوع پر تفصیلی جائیزہ لیا گیا ہے۔ جہاں صبر کا ذکر کیا جاتا ہے وہاں شکر کے پہلو کو شامل نہ کیا جائے تو اِن دونوں موضوعات کی وضاحت احسن طریقہ سے نہیں ہو سکتی۔ جو اس حدیث سے اور وضاحت ہو جاتی ہے۔

صبر و شکر ۔ خیر و شر۔۔ " نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی حالت بھی عجب ہوتی ہے۔ وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے اس سے خیر و بھلائی ہی سمیٹتا ہے۔ اور یہ خوش نصیبی مومن کے سوا کسی کو نہیں حاصل ہے۔ اگر وہ تنگ دستی ، بیماری اور دُکھ کی حالت میں ہوتا ہے تو صبر کرتا ہے اور جب وہ کشادگی کی حالت میں ہوتا ہے تو شکر کرتا ہے۔ اور یہ دونوں حالتیں اس کے لئے بھلائی کا سبب بنتی ہیں ۔" (مسلم ، صہیبؓ)

داعیانہ صفات

شکر

یوں تو امت مسلمہ کے ہر فرد میں اس صفت کا ہونا ضروری ہے ۔ لیکن جو لوگ اس بگڑے ہوئے ماحول میں دین کو زندہ کرنے کو اُٹھیں اُن کے لئے تو یہ توشہ ہر وقت اپنے ساتھ رکھنا چاہیئے ۔ شکر کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی سوچتا ہے کہ اللہ نے میرے ساتھ یہ معاملہ کیا کے دنیا میں آنے سے پہلے پیٹ کے اندھیروں میں ہوا اور غذا پہنچائی۔ پھر جب میں دنیا میں آیا تو اس نے میری پرورش کے کیا کیا انتظامات کیے۔ میں بالکل لاچار اور بے بس تھا ، زبان نہ ہاتھ پیر تھے۔ پھر میرے رب نے مجھے پالا پوسا۔ میرے جسم کو طاقت دی ، سوچنے اور بولنے کی قوّت دی۔ پھر آسمان و زمین کی پوری مشین میرے لئے چلا رہا ہے تا کہ مجھے خوراک اور ہوا ملے۔ ایک طرف اپنی لاچاریوں اور کمزوریوں کو دیکھتا ہے دوسری طرف خدا کی رحمت کی یہ بارش دیکھتا ہے تو اس سے اُس کے دل میں اپنے مُنعم و محسن کی محبت جاگ اُٹھتی ہے۔ تب اس کی زبان پر اُس کی تعریف کا کلمہ جاری ہو جاتا ہے اور جسم کی ساری قوتیں مالک کو خوش کرنے اور اُس کی خوشی کی راہ میں دوڑنے کے لئے وقف ہو جاتی ہیں۔

اسی کیفیت اور جذبہ کا نام شکر و حمد ہے اور یہ تمام بھلائیوں کی جان ہے۔ اسی جذبہ کو زندہ کرنے اور اُبھارنے کے لئے کتابیں اور رسول آتے رہے ہیں۔ اور اِسی جذبہ کو ختم کرنا ابلیس کی اصل مہیم ہے **(ملاحظہ ہو سورۃ اعراف رکوع ۲)** سوال یہ ہے کہ آدمؑ جانتے تھے کہ اُن کے رب نے فلاں درخت کے پاس جانے سے منع کیا ہے تو کیوں اس میں ممانعت کے حکم کو توڑ بیٹھے ؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ابلیس نے اُنھیں ایک لمبی مدّت تک بہکا تا رہا۔ پوری کوشش کی کہ رب کی ربوبیت (پروردگاری) اور اُس کے انعام کا احساس جو ان کے اندر زندہ ہے کمزور ہو کر دب جائے ، چنانچہ جب یہ شعور دب گیا تب ہی درخت کی طرف لپکے۔۔۔ غرض یہ شعور جتنا زندہ ہوگا اتنا ہی آدمی خدا کی فرمانبرداری میں آگے ہوگا اور جب یہ شعور دب جائے گا تب ہی آدمی کے لئے گناہ کی طرف جانا ممکن ہوگا۔ حضرت یوسف علیہ السلام مصر میں عورت کے بہائے ہوئے طوفان سے بہ خیریت

بچ نکلے ،صرف اس وجہ سے کہ انھیں اپنے رب کی ربوبیت یاد آئی۔انھیں یاد آیا کہ میرے رب کا تو میرے ساتھ یہ معاملہ ہے اور میں اس کی نافرمانی کروں۔ شکر کا جذبہ جب آدمی کے دل میں جاگ اُٹھتا ہے تو اس کی زندگی بندگی کی راہ پر لگ جاتی ہے۔

قرآنی آیات ۔ شکر کے تعلق سے۔۔

" سوتم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا احسان مانتے رہنا اور ناشکری نہ کرنا۔" (سورۃالبقرہ۔ آیت ۱۵۲)

" اور اگر تم (اللہ) کے شکر گزار رہو اور (اس پر) ایمان لے آؤ تو اللہ تم کو عذاب دے کر کیا کرے گا۔" اور اللہ تو قدر شناس ہے (اور دانا ہے۔) " (سورۃالنساء۔ آیت ۱۴۷)

" اور جب تمہارے پروردگا نے (تم کو) آگاہ کیا کہ شکر کروگے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔ اور ناشکری کروگے تو (یادرکھو کہ) میرا عذاب بھی سخت ہے۔" (سورۃ ابراہیم ۔آیت ۷)

" پس اللہ نے جو تم کو حلال طیّب رزق دیا ہے اسے کھاؤ اور اللہ کی نعمتوں کا شکر کرو۔اور اُسی کی عبادت کرتے رہو۔" (سورۃ النحل ۔ آیت ۱۱۴)

" ایک شخص جس کو کتاب (الٰہی) کا علم تھا کہنے لگا کہ میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے اُسے آپ کے پاس حاضر کیے دیتا ہوں (سلیمانؑ نے) تحت کو اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے تا کہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے فائدے کے لئے ہی شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بے پروا (اور) کرم کرنے والا ہے " (سورۃ النمل ۔آیت ۴۰)

" اگر ناشکری کروگے تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے۔اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں کرتا اور اگر شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لئے پسند کرے گا۔اور کوئی اُٹھانے والا دوسروں کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔پھر جو کچھ تم کرتے رہے ہو وہ تم کو بتائے گا۔وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔" (سورۃالزمر ۔ آیت ۷)

" اور کسی جان کیلئے ممکن نہیں کہ مرے مگر اللہ کی اجازت سے کہ یہ لکھا ہوا ہے مقررہ وقت کی۔اور جو دنیا کا اجر چاہتا ہے۔اسے ہم اُس میں سے دے دیتے ہیں ، اور جو آخرت کا چاہتا ہے اسے ہم اس میں سے دے دیتے ہیں۔ اور شکر گزاروں کو ہم جلدی ہی بدلہ دیں گے۔" (سورۃآلِ عمران۔ آیت ۱۴۵)

" اور ہم نے لقمان کو حکمت بخشی تھی کہ ، اللہ کا شکر کر اور جو شکر کرتا ہے وہ اپنے لئے ہی شکر کرتا ہے ، اور کسی نے ناشکری کی تو اللہ بے نیاز اور صاحب تعریف ہے۔" (سورۃ لقمان ۔ آیت ۱۲)

سورۃالبقرہ ۔آیت نمبر(۱۵۲) (لفظی ترجمہ) سو یاد کرو مجھے میں یاد رکھوں گا تمہیں اور تم شکر کرو میرا اور نہ ناشکری کرو میری

بامحارہ ترجمہ ۔۔سو مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا ، اور تم میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو

تفسیر و ترجمہ ۔۔ تحویل قبلہ کے حکم کے بعد یہ اُمت ایک بالکل ممتاز اُمت کی حیثیت سے سامنے آگئی۔یہود امامت کے منصب سے معزول ہوئے اور شہادت علی الناس کی ذمداری قیامت تک کے لئے اُس اُمت کے سپرد ہوئی۔اس اہم موقع پر یہ یاد دہانی کی گئی کہ ہے کہ تم مجھے یاد رکھوگے تو میں تمہیں یاد رکھوں گا ، میری شکر گزاری کرتے رہنا ، ناشکری نہ کرنا اس یاد دہانی کی عیت اللہ تعالیٰ اور اُس کی اُمت کے درمیان ایک عظیم معاہدے کی ہے اور اللہ کو یاد رکھنے سے مقصود ان تمام ذمہ راریوں اور فرائض کو یاد رکھنا اور اُن کی بجا آوری ہے جو اس اُمت کے سپرد کئے جارہے ہیں۔ان ذمہ داریوں اور فرائض کی بجا آوری کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعدہ ہے کہ میں تمہیں یاد رکھوں گا ، یعنی دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی ، نصرت ،فتح مندی اور سرخروئی کے جو وعدے میں نے اس اُمت سے کئے ہیں وہ پورے کروں گا۔" میری شکر گزاری کرتے رہنا " سے مراد اُن تمام نعمتوں کا صحیح صحیح حق ادا کرنا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی ہیں۔ان نعمتوں میں سب سے بڑی نعمت خود وہ شریعت تھی جو اب اپنی کامل شکل میں اس اُمت کو

منتقل ہورہی تھی، آخر کے الفاظ (**اور میری ناشکری نہ کرنا**) اس میں تنبیہ ہے کہ اگر تم نے ناشکری کی تو جس طرح یہود ناشکری کر کے کیفر کردار کو پہنچے اللہ کے اس قانون کی زد سے تم بھی نہ بچ سکو گے۔ بالکل اسی طرح کی یاد دہانی بنی اسرائیل کو بھی دی گئی تھی۔لیکن انہوں نے اسکی کوئی پرواہ نہیں کی۔قرآنِ مجید میں اس کا حوالہ اس طرح دیا گیا ہے کہ

" **میری اس نعمت کو یاد رکھو جو میں نے تم پر کی ہے اور میرے عہد کو پورا کرو جو میں نے تم پر کیا ہے اور مجھی سے ڈرو** " (**سورۃ البقرہ۔آیت ۴۰**)

" **حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق اس سے سلوک کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر کرتا ہے تو میں اُس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ مجھے دل سے یاد کرے تو میں بھی اُسے دل سے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ کسی مجمع میں مجھے یاد کرے تو میں بھی اس سے بہتر جماعت میں اسے یاد کرتا ہوں اور اگر وہ ایک بالشت میرے نزدیک ہوتا ہے تو ایک ہاتھ اُس کے نزدیک ہوتا ہوں اور اگر وہ ایک ہاتھ میرے نزدیک ہوتو میں ایک گز اُس کے قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ چلتا ہوا میرے پاس آتا ہے تو میں دوڑ کر اُس کی طرف جاتا ہوں** " (**صحیح بخاری**)

ذکرِ الٰہی کی اشکال ۔۔ **اللہ کے ذکر کی کئی شکلیں ہیں**۔۔ ایک یہ کہ اللہ کو اللہ۔اللہ کے ذریعہ پکارا جائے۔یہ بالکل اسی طرح ہے۔جیسے ایک بچہ جو ٹھیک سے بول نہیں سکتا کہ مجھے بھوک و پیاس لگی ہے۔فلاں جگہ تکلیف ہے۔لیکن وہ جانتا ہے کہ ماں ہی وہ ہستی ہے جو میری ضروریات کو سمجھتی ہے۔۔دوسری طرف ماں بھی ٹھیک جگہ پر ہاتھ رکھتی ہے۔بچّے کو اگر بھوک ہوتی ہے تو دودھ پلاتی ہے۔ پیاس لگتی ہے تو پانی پلاتی ہے۔اگر اسے پاک کرنے کی ضرورت ہوتو وہ جا کر اسے دھوتی ہے اور کپڑے بدلتی ہے۔اسی طرح جب بندہ اللہ اللہ کہہ کر اللہ کو پکارتا ہے اور اپنے تمام کاموں میں اپنی محنت کے ساتھ اللہ پر بھروسہ کرتا ہے تو اللہ اُس بندے کے لئے کافی ہوجاتا ہے۔

سب سے بہتر ذکر وہ ہے جس میں دل اور زبان کی موافقت ہو اور اسی ذکر سے اللہ تعالیٰ کی معرفت ، اُس کی محبت سے بہت زیادہ ثواب حاصل ہوتا ہے۔اور ذکر الٰہی ہی شکر کی بنیاد ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ سے خاص طور پر اس کا حکم دیا ہے۔پھر اس کے بعد شکر کا عمومی حکم دیا ہے۔چنانچہ فرمایا " **اور میرا شکر کرو** " یعنی میں نے جو نعمتیں تمہیں عطا کیں اور مختلف قسم کی تکالیف اور مصائب کو تم سے دور کیا اس پر میرا شکر کرو۔ شکر دل سے ہوتا ہے۔اسکی نعمتوں کا اقرار و اعتراف کر کے زبان سے ہوتا ہے۔اس کا ذکر اور حمد و ثناء کر کے اعضاء سے ہوتا ہے اسکے حکموں کی اطاعت و فرمانبرداری سے اجتناب کر کے۔

پس شکر موجودہ نعمتوں اور مزید نئی نعمتوں کے حصول کے جذبے کا مظہر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔" **اگر تم شکر کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا** "(**سورۃ ابراہیم۔آیت ۷**)

علم ،تزکیہ اخلاق اور توفیق عمل جیسی دینی نعمتوں پر شکر کا حکم دینے میں اس حقیقت کا بیان ہے کہ یہ سب سے بڑی نعمتیں ہیں۔بلکہ یہی حقیقی نعمتیں ہیں۔جو باقی رہنے والی ہیں۔ جب کہ دیگر نعمتیں ختم ہوجائیں گیں۔ان تمام حضرات کے لئے ،جن کو علم و عمل کی توفیق سے نوازا گیا ہے۔یہی مناسب ہے کہ وہ اس پر اللہ کا شکر ادا کرتے رہیں ،تا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کے فضل کا اضافہ ہو اور ان سے خود پسندی دور رہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے شکر میں مشغول رہیں۔چونکہ شکر کی ضد کفرانِ نعمت ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی ضد سے منع کرتے ہوئے فرمایا ﴿ **وَلَا تَكْفُرُوْنِ** ﴾ " **اور کفر نہ کرو** " یہاں کفر سے مراد وہ رویہ ہے جو شکر کے بالمقابل ہوتا ہے۔اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کی ناشکری ، ان کا انکار اور ان نعمتوں کا حق ادا کرنے سے گریز و فرار۔یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے معنی عام ہو تب اس لحاظ سے کفر کی بہت سے اقسام ہیں اور ان میں سب سے بڑی قسم اللہ تعالیٰ سے کفر ہے۔

شکر و اطمینان ۔۔ مصیبت اور آزمائش کی صورت میں مسلمان کو ذہنی طور پر اگلے مراحل کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔کیونکہ ممکن ہے کہ اسے آزمائشوں میں ڈالنے کا مقصد یہ ہو کہ اُس کو مشکلات کا عادی بنایا جائے تا کہ وہ مستقبل کی بھاری ذمہ داریوں کو حُسنِ خوبی نبھا سکے ،اس لئے زمین سے غلّہ حاصل کرنے کے لئے اس میں حل بھی چلایا جاتا ہے۔ اُسے سیراب بھی کیا جاتا ہے اسے جھاڑ جھنکار سے بھی صاف کیا جاتا ہے۔انسان جب اپنا محاسبہ بھی کرلیا، گناہوں سے بھی باز آ گیا، توبہ بھی کرلی، دعا میں بھی کوئی کمی نہ کی، اللہ پر توکل اور شکر کی دولت سے بھی دل مالا مال کرلیا اور جائیز اسباب بھی اختیار کر لئے پھر بھی پریشانی دور نہ ہوئی تو اب مصیبت میں مبتلا مسلمان کو جان لینا چاہیئے کہ اس مصیبت میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہوگی، لیکن اس کی عقل اس حکمت کا ادراک کرنے سے قادر ہے۔جب مسلمان کو یقین آجائے کہ اس پر بیماری پر کوئی حکمت پوشیدہ ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر راضی ہوجائے گا اور اس شکر اور رضا کے نتیجہ میں اس کا دل ناقابل یقین سکون و اطمینان سے بھر جائے گا۔پھر نہ واویلا ہوگا نہ غیروں سے اُمیدیں ہوں گی نہ تقدیر کا شکوہ اور نہ حالات سے شکایت ہوگی۔نا معلوم اس مطمین آدمی کو دیکھنے سے کتنوں کو سکون و اطمینان کی لازوال دولت مل جائے گی۔اس لئے کہ گفتار سے زیادہ کردار اور قول سے زیادہ عمل انسانوں کو متاثر اور آمادۂ عمل کرتا ہے۔

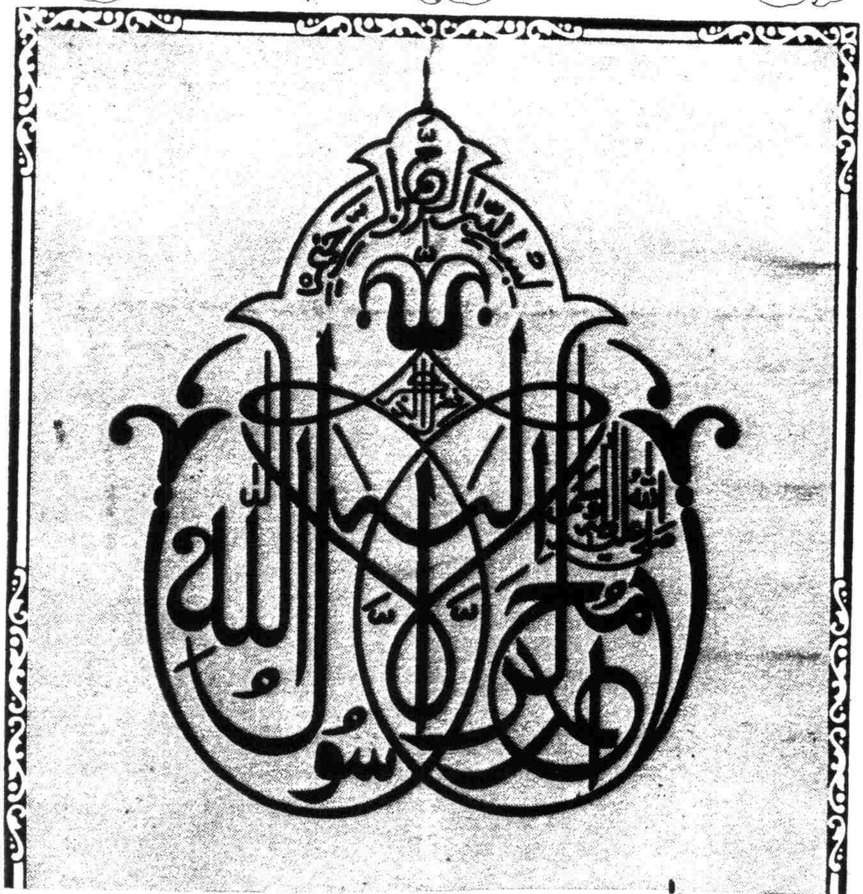

إن اللہ مع الصابرین

صبر و شکر کرنے والے مومن مسلمان کا درجہ

احادیث نبویؐ کی روشنی میں

۱۔ **رنج وغم اور مصائب پر صبر واستقامت** ۔۔ مصائب کو صبر وسکون کے ساتھ برداشت کیجیے، کبھی ہمت نہ ہاریئے اور رنج وغم کو کبھی حد واعتدال سے نہ بڑھنے دیجیے۔

دنیا کی زندگی میں کوئی بھی انسان رنج وغم، مصیبت وتکالیف، آفت وناکامی اور نقصان سے بے خوف نہیں رہ سکتا۔ البتہ مومن اور کافر کے کردار میں یہ فرق ضرور ہوتا ہے کہ کافر رنج وغم کے ہجوم میں پریشان ہو کر ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے۔ مایوسی کا شکار ہو کر ہاتھ پیر چھوڑ دیتا ہے اور بعض اوقات غم کی تاب نہ لا کر خودکشی کر لیتا ہے اور مومن بڑے سے بڑے حادثے پر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا اور صبر واستقامت کا پیکر بن کر چٹان کی طرح جما رہتا ہے۔ وہ یوں سوچتا ہے کہ یہ جو کچھ بھی ہوا تقدیر الٰہی کے مطابق ہوا، خدا کا کوئی کام حکم، حکمت ومصلحت سے خالی نہیں اور یہ سوچ کر کے کہ خدا جو کچھ کرتا ہے۔ اپنے بندے کی بہتری کے لئے کرتا ہے، یقیناً اِس میں خیر کا پہلو ہوگا۔ مومن کو ایسا روحانی سکون و اطمینان حاصل ہوتا ہے کہ غم کی چوٹ میں لذت آنے لگتی ہے اور تقدیر کا یہ عقیدہ ہر مشکل کو آسان بنا دیتا ہے۔ اللہ سبحان تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ۔۔

" جو مصائب بھی روئے زمین میں آتے ہیں اور جو آفتیں بھی تم پر آتی ہیں وہ سب اس سے پہلے کہ ہم انہیں وجود میں لائیں، ایک کتاب میں (لکھی ہوئی محفوظ اور طے شدہ) ہیں۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ یہ بات خدا کے لئے آسان ہے تا کہ اپنی ناکامی پر غم نہ کرتے رہو " **(سورۃ الحدید۔ آیت ۲۱۔۲۲)**

یعنی تقدیر پر ایمان لانے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ مومن بڑے سے بڑے سانحے کو بھی قضاو قدر کا فیصلہ سمجھ کر اپنے غم کا علاج پالتا ہے اور پریشان نہیں ہوتا۔ وہ ہر معاملے کی نسبت اپنے مہربان خدا کی طرف کر کے خیر کے پہلو نگاہ جما لیتا ہے اور صبر وشکر کر کے ہر شر میں سے اپنے لیے خیر نکالنے کی کوشش کرتا ہے۔ **نبی ﷺ کا ارشاد ہے :**

" مومن کا معاملہ بھی خوب ہی ہے، وہ جس حال میں بھی ہوتا ہے خیر ہی سمیٹتا ہے، اگر وہ دکھ بیماری اور تنگ دستی سے دوچار ہوتا ہے تو سکون کے ساتھ برداشت کرتا ہے اور یہ آزمائش اُس کے حق میں خیر ثابت ہوتی ہے اور اگر اس کو خوشی اور خوش حالی نصیب ہوتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور یہ خوشحالی اس کے لئے خیر کا سبب بنتی ہے " **(مسلم)**

۲۔ جب رنج وغم کی کوئی خبر سنیں یا کوئی نقصان ہو جائے یا کوئی دکھ اور تکلیف پہنچے یا کسی ناگہانی مصیبت میں خدانخواستہ گرفتار ہو جائیں تو فوراً **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ)** پڑھیئے۔ " **ہم خدا ہی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔** "

مطلب یہ ہے کہ ہمارے پاس جو کچھ بھی ہے سب خدا ہی کا ہے۔ اُسی نے ہی دیا ہے اور وہی لینے والا ہے۔ ہم بھی اُسی کے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جائیں گے۔ ہم ہر حال میں خدا کی رضا پر راضی ہیں۔ اُس کا ہر کام مصلحت، حکمت اور انصاف پر مبنی ہے۔ وہ جو کچھ کرتا ہے کسی بڑے خیر کے پیشِ نظر کرتا ہے۔ وفادار غلام کا کام یہ ہے کہ کسی وقت بھی اسکے ماتھے پر شکن نہ آئے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ۔۔

" اور ہم ضرور تمہیں خوف وخطر ، بھوک ، جان ومال کے نقصان اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے اور خوش خبری اُن لوگوں کو دیجیے جو مصیبت پڑنے پر (صبر کرتے ہیں) اور کہتے ہیں، ہم خدا ہی کے ہیں اور خدا ہی کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ اِن پر اُن کے رب کی طرف سے بڑی عنایت ہوگی اور اُس کی رحمت ہوگی اور ایسے ہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔ " **(البقرہ آیت ۱۵۵۔۱۵۷)**

نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ۔۔ " جو کوئی بندہ مصیبت پڑنے پر اِنَّا لِلّٰہِ پڑتا ہے تو خدا اُس کی مصیبت دور فرما دیتا ہے۔ اُس کو اچھے انجام سے نوازتا ہے اور اُس کو اُس کی پسندیدہ چیز اُس کے صلے میں عطا فرماتا ہے۔ "

ایک بار نبی ﷺ چراغ بجھ گیا تو آپؐ نے پڑھا **اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ** کسی نے کہا " یارسول اللہ ﷺ کیا چراغ کا بجھنا بھی کوئی مصیبت ہے۔ " آپؐ نے فرمایا، جی ہاں جس بات سے بھی مومن کو دکھ پہنچے وہ مصیبت ہے۔

اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے ۔۔

" **جس مسلمان کو بھی کوئی قلبی اذیت** ، جسمانی تکلیف ، بیماری ، کوئی رنج اور دکھ پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر اُسے کوئی کانٹا بھی چبھ جاتا ہے (اور وہ اُس پر صبر کرتا ہے) **تو خدا اُس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔** " **(بخاری و مسلم)**

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے ۔۔

" جتنی سخت آزمائش اور مصیبت ہوتی ہے اُتنا ہی بڑا اُس کا صلہ ہوتا ہے۔ اور خدا جب کسی گروہ سے محبت کرتا ہے تو اُس کو (مزید نکھارنے اور کندن بنانے کے لئے) آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، پس جو لوگ خدا کی رضا پر راضی ہیں خدا بھی اُن سے راضی ہوتا ہے۔ اور جو اس آزمائش میں خدا سے ناراض ہو تو خدا بھی ناراض ہو جاتا ہے " (ترمذی)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا۔۔۔" جب کسی بندے کا کوئی بچہ مرتا ہے تو خدا اپنے فرشتوں سے پوچھتا ہے کیا تم نے میرے بندے کے بچے کی جان قبض کر لی ؟ وہ کہتے ہیں ہاں۔ پھر وہ اُن سے پوچھتا ہے۔ تم نے اُن کے جگر کے ٹکڑے کی جان نکال لی ؟ وہ کہتے ہیں ہاں۔ پھر وہ اُن سے پوچھتا ہے تو میرے بندے نے کیا کہا۔ وہ کہتے ہیں کہ اس مصیبت میں اُس نے تیری حمد کی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا تو خدا اُن سے فرماتا ہے۔ میرے اِس بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تعمیر کرو اور اس کا نام بیت الحمد (شکر کا گھر) رکھو۔" **(ترمذی)**

۳ ۔ کسی تکلیف اور حادثے پر اظہارِ غم ایک فطری عمل ہے ، لیکن اِس بات کا پورا پورا خیال رکھیے کہ غم اور اندوہ کی انتہائی شدت میں بھی زبان سے کوئی ناحق بات نہ نکلے صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔

نبی ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ نبی ؐ کی گود میں تھے اور جان کنی کا عالم تھا یہ رقت آمیز منظر دیکھ کر نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے اور "فرمایا : اے ابراہیم ! ہم تیری جدائی سے مغموم ہیں۔ مگر زبان سے وہی نکلے گا جو پروردگار کی مرضی کے مطابق ہوگا " **(مسلم)**

۴ ۔ غم کی شدت میں بھی کوئی ایسی حرکت نہ کیجیے۔ جس سے ناشکری اور شکایت کی بو آئے اور جو شریعت کے خلاف ہو۔ دھاڑیں مار مار کر رونا ، گریبان پھاڑنا ، گالوں پر تماچے مارنا ، چیخنا چلانا اور ماتم میں سر ، سینہ پیٹنا۔ مومن کے لئے کسی طرح جائز نہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ " جو شخص گریبان پھاڑتا ، گالوں پر تمانچے مارتا اور جاہلیت کی طرح چیختا چلاتا اور بین کرتا ہے وہ میری اُمت میں سے نہیں ۔ " **(ترمذی)**

حضرت جعفر طیارؓ جب شہید ہوئے اور اُن کی شہادت کی خبر اُن کے گھر پہنچی تو اُن کی گھر کی عورتیں چیخنے لگیں اور ماتم کرنے لگیں۔ نبی ﷺ نے کہلا بھیجا کہ ماتم نہ کیا جائے مگر وہ باز نہ آئیں تو آپؐ نے حکم دیا اُن کے منہ میں خاک بھر دو۔ **(بخاری)**

ایک بار آپؐ ایک جنازے میں شریک تھے۔ ایک عورت انگیٹھی لئے ہوئے آئی ، آپؐ نے سختی سے ڈانٹا تو اسی وقت بھاگ گئی۔ **(سیرت النبی، ششم)**

اور آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جنازے کے پیچھے کوئی آگ اور راگ لے کر نہ جائے۔

عرب میں یہ رسم تھی کہ لوگ جنازے کے پیچھے چلتے تو اظہارِ غم میں اپنی چادر پھینک دیتے تھے ، کرتہ پہنے رہتے تھے۔ ایک بار آپؐ نے لوگوں کو اس حال میں دیکھا تو فرمایا۔ " جاہلیت کی رسم اختیار کر رہے ہو ، میرے جی میں آیا کہ تمہارے حق میں ایسی بددعا کروں کہ تمہاری صورتیں ہی مسخ ہو جائیں۔" لوگوں نے اسی وقت اپنی اپنی چادریں اوڑھ لیں اور پھر کبھی ایسا نہ کیا۔ **(ابن ماجہ)**

۵ ۔ بیماری کو بُرا بھلا نہ کہیے اور نہ حرف شکایت زبان پر لائیے ، بلکہ نہایت صبر و ضبط سے کام لیجیے اور اجرِ آخرت کی تمنا کیجیے۔ بیماری جھیلنے اور اذیتیں برداشت کرنے سے مومن کے گناہ دھلتے ہیں۔ اور اُس کا تزکیہ ہوتا ہے اور آخرت میں اجرِ عظیم ملتا ہے ۔ **نبی ﷺ** کا ارشاد ہے۔: " مومن کو جسمانی اذیت یا بیماری یا کسی اور وجہ سے جو بھی دکھ پہنچتا ہے۔ خدائے تعالیٰ اس کے سبب سے اُس کے گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جیسے درخت اپنے پتوں کو جھاڑ دیتا ہے ۔" **(بخاری ، مسلم)**

ایک بار نبی ﷺ نے ایک خاتون کو کانپتے ہوئے دیکھ کر پوچھا ، اے ام سائب ! کیا بات ہے کہ تم کانپ رہی ہو کہنے لگیں مجھے بخار نے گھیر رکھا ہے ، اس کو خدا سمجھے ! نبی ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ " نہیں بخار کو بُرا مت کہو ، اس لئے کہ بخار اِس طرح اولادِ آدم کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے ، جس طرح آگ لوہے کے میل کو دور کر کے صاف کرتی ہے ۔ " **(مسلم)**

حضرت عطاء بن رباحؒ اپنا ایک قصہ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار کعبہ کے پاس حضرت عباسؓ مجھ سے بولے:" تمہیں جنتی خاتون دکھاؤں ؟ " میں نے کہا ضرور دکھایئے یہ جو کالی کلوٹی عورت ہے۔ یہ ایک بار نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور بولی یا رسول اللہ ﷺ ! مجھے مرگی کا ایسا دورہ پڑتا ہے کہ تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور میں اِس حالت میں بالکل ننگی ہو جاتی ہوں ، یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے خدا سے دعا کیجیے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا : " اگر تم اِس تکلیف کو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہو تو خدا تمہیں جنت سے نوازے گا اور اگر چاہو تو میں دعا کروں کہ خدا تمہیں اچھا کر دے۔" یہ سن کر یہ خاتون بولی یا رسول ﷺ ! میں اِس تکلیف کو تو صبر کے ساتھ برداشت کرتی رہوں گی ، البتہ یہ دعا فرما دیجیے کہ میں اس حالت میں ننگی نہ ہو جایا کروں تو نبی ﷺ نے اُس کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت عطا کہتے ہیں کہ میں نے اِس دراز قد

خاتون اُم زفرؓ کو کعبہ کی سیڑھیوں پر دیکھا۔

۶ ۔ کسی کی موت پر تین دن سے زیادہ غم نہ منایئے۔ عزیزوں کی موت پر غمزدہ ہونا اور آنسو بہانا ایک فطری امر ہے لیکن اس کی مدت زیادہ سے زیادہ تین دن ہے نبی ﷺ نے فرمایا " کسی مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا سوگ منائے ، البتہ بیوہ کے سوگ کی مدت چار مہینے دس دن ہے ، اس مدت میں نہ وہ کوئی رنگین کپڑا پہنے ، نہ خوشبو لگائے اور نہ کوئی بناؤ سنگھار کرے۔" **(ترمذی)**

حضرت زینب جحش کے بھائی کا انتقال ہوا تو چوتھے روز تعزیت کے لئے کچھ خواتین پہنچیں ۔ انہوں نے سب کے سامنے خوشبو لگائی اور فرمایا مجھے اس وقت خوشبو لگانے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔ میں نے یہ خوشبو محض اس لئے لگائی کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ سنا ہے کہ کسی مسلمان خاتون کو شوہر کے سوا کسی عزیز کے لئے تین دن سے زیادہ سوگ منانا جائز نہیں۔

۷ ۔ رنج و غم اور مصیبت میں ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیجیے۔ نبی ﷺ جب غزوۂ احد سے واپس تشریف لائے تو خواتین اپنے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کا حال معلوم کرنے کے لئے حاضر ہوئیں۔ جب حمنہ بنت جحش نبی ﷺ کے سامنے آئیں تو آپؐ نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور کہا اپنے بھائی عبداللہؓ پر صبر کرو۔ انہوں نے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور دعائے مغفرت کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا اپنے ماموں حمزہؓ پر صبر کرو۔ انہوں نے پھر اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ پڑھا اور دعائے مغفرت کی۔

حضرت ابوطلحہؓ کا لڑکا بیمار تھا ، وہ بچے کو اسی حالت میں چھوڑ کر اپنے کام پر چلے گئے۔ اُن کے جانے کے بعد بچے کا انتقال ہو گیا۔ بیگم ابوطلحہؓ نے لوگوں سے کہہ دیا کہ ابوطلحہ کو اطلاع نہ ہونے پائے۔ وہ شام کو اپنے کام سے واپس آئے تو بیوی سے پوچھا بچے کا کیا حال ہے ؟ بولیں پہلے سے زیادہ سکون میں ہے ، وہ یہ کہہ کر ابوطلحہؓ کے لئے کھانا لائیں۔ انہوں نے اطمینان سے کھانا کھایا اور لیٹ گئے۔ صبح ہوئی تو نیک بیوی نے حکیمانہ انداز میں پوچھا۔ اگر کوئی کسی کو کچھ عرصہ کے لئے کوئی چیز دے اور پھر واپس مانگے تو کیا اس کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس چیز کو روک لے ؟ ابوطلحہؓ نے کہا بھلا یہ حق کیسے حاصل ہو جائے گا ، تو صابرہ بیوی نے کہا اپنے بیٹے پر صبر کیجیے۔ **(مسلم)**

۸ ۔ راہِ حق میں آنے والی مصیبتوں کا خندہ پیشانی سے استقبال کیجیے اور اِس راہ میں جو دکھ پہنچے اُن پر رنجیدہ ہونے کے بجائے ، مسرت محسوس کرتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیجیے کہ اُس نے اپنی راہ میں قربانی قبول فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیر کی والدہ محترمہ حضرت اسماءؓ سخت بیمار پڑیں ، حضرت ان کی عیادت کے لئے آئے۔ ماں نے کہا بیٹے ! دل میں یہ آرزو ہے کہ دو باتوں میں سے ایک جب تک نہ دیکھ لوں خدا مجھے زندہ رکھے ، یا تو میدانِ جنگ میں شہید ہو جائے اور میں تیری شہادت کی خبر سن کر صبر کی سعادت حاصل کروں ، یا تو فتح پائے اور میں تجھے فاتح دیکھ کر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کروں۔ خدا کا کرنا کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے اُن کی زندگی میں ہی جامِ شہادت نوش فرمایا ، شہادت کے بعد حجاج نے انھیں سولی پر لٹکا دیا۔

حضرت اسماء کافی ضعیف ہو چکی تھیں۔ لیکن انتہائی کمزوری کے باوجود بھی وہ یہ رقت انگیز منظر دیکھنے کے لئے تشریف لائیں اور اپنے جگر گوشے کی لاش کو دیکھ کر رونے پیٹنے کے بجائے حجاج سے خطاب کرتے ہوئے بولیں : " اس سوار کے لئے ابھی وقت نہیں آیا کہ گھوڑے کی پیٹھ سے نیچے اُترے۔"

۹ ۔ دکھ درد میں ایک دوسرے کا ساتھ دیجیے۔ دوستوں کے رنج و غم میں شرکت کیجیے اور اُن کا غم غلط کرنے میں ہر طرح کا تعاون کیجیے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے : "سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کے جسم کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ بھی دکھے تو سارا بدن دکھ محسوس کرتا ہے۔ اور سر میں درد ہو تو سارا جسم تکلیف میں ہوتا ہے۔" **(مسلم)**

حضرت جعفر طیارؓ جب شہید ہوئے تو آپؐ نے فرمایا ، جعفر کے گھر میں کھانا بھجوا دو۔ اِس لئے کہ آج انتہائی غم میں اُن کے گھر والے کھانا نہ پکا سکیں گے۔ **(ابوداؤد)**

حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا : " کہ جس شخص نے کسی ایسی عورت کی کی تعزیت کی جس کا بچہ مر گیا ہو تو اُس کو جنت میں داخل کیا جائے گا اور جنت کی چادر اوڑھائی جائے گی۔" نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص نے کسی مصیبت زدہ کی تعزیت کی تو اُس کو بھی اُتنا ہی اجر ملے گا جتنا مصیبت زدہ کو ملے گا۔ **(ترمذی)**

اسی سلسلے میں نبی ﷺ نے اِس کی بھی تاکید فرمائی کہ جنازے میں شرکت کی جائے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے نبی ﷺ نے فرمایا : " جو شخص جنازے میں شریک ہوا اور جنازے کی نماز پڑھی تو اس کو ایک قیراط بھر ثواب ملے گا اور جو نمازِ جنازے کے بعد دفن میں بھی شریک ہوا تو اُس کو دو قیراط ملیں گے۔" کسی نے پوچھا دو قیراط کتنے بڑے ہوں گے۔ فرمایا کہ دو پہاڑوں کے برابر۔ **(بخاری)**

۱۰ ۔ مصائب کے نزول اور غم کے ہجوم میں خدا کی طرف رجوع کیجیے اور نماز پڑھ کر نہایت عاجزی کے ساتھ خدا سے دعا کیجیے۔ قرآن میں ہے ۔۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۳﴾

" مومنو (مصائب اور آزمائش میں) صبر اور نماز سے مدد لو۔" (سورۃ البقرہ ۔ آیت ۱۵۳)

غم کی کیفیت میں آنکھوں سے آنسو بہنا ، رنجیدہ ہونا فطری بات ہے۔ البتہ دھاڑیں مار مار کر زور زور سے رونے سے پرہیز کیجیے۔ نبی ﷺ روتے تو رونے میں آواز نہ ہوتی ٹھنڈا سانس لیتے ، آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے اور سینے سے ایسی آواز آتی جیسے کوئی ہانڈی اُبل رہی ہو یا چکی چل رہی ہو۔ آپؐ نے خود اپنے غم اور رونے کی کیفیت ان الفاظ میں بیان فرمائی ہے : " آنکھ آنسو بہاتی ہے ، دل غمگین ہوتا ہے اور زبان سے وہی کلمہ نکالتے ہیں۔ جس سے ہمارا رب خوش ہوتا ہے۔"

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ جب فکر مند ہوتے تو آسمان کی طرف سر اُٹھا کر فرماتے سُبحانَ اللہِ العَظیم (پاک و برتر ہے عظمت والا خدا) اور جب زیادہ گریہ وزاری اور دعا کا انہاک بڑھ جاتا تو فرماتے۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ۔ (ترمذی)

۱۱ ۔ رنج و غم کی شدّت ، مصائب کے نزول اور پریشانی میں یہ دعائیں پڑھیے۔ حضرت سعد بن وقاص کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ۔۔

یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں اپنے پروردگار سے جو دعا کی وہ یہ تھی :

لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

" تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے ، تو بے عیب و پاک ہے ، میں ہی اپنے اوپر ظلم ڈھانے والا ہوں۔" (سورۃ الانبیاء ۔ آیت ۸۲)

پس جو مسلمان بھی اپنی کسی تکلیف یا تنگی میں خدا سے یہ دعا مانگتا ہے ، خدا اسے ضرور قبولیت بخشتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ۔۔ نبی ﷺ جب کسی رنج و غم میں مبتلا ہوتے تو یہ دعا کرتے ۔۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ۔ (بخاری مسلم)

" خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے ، وہ عرشِ عظیم کا مالک ، خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ، وہ آسمان و زمین کا مالک ہے ، عرشِ بزرگ کا مالک ہے۔" (بخاری ، مسلم)

حضرت ابوموسیٰؓ کا بیان ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ۔۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَیْهِ۔

" گناہ سے باز رہنے کی قوت اور عملِ صالح کی توفیق بخشنے کی طاقت صرف خدا ہی دینے والا ہے۔ اور اُس کے عتاب سے بچنے کے لئے کوئی پناہ نہیں۔ سوائے اس کی ذات کے " (یعنی اس کے عتاب سے وہی بچ سکتا ہے۔ جو خود اس کے دامن رحمت میں پناہ ڈھونڈے)۔

یہ کلمہ ننانوے بیماریوں کی دوا ہے ، سب سے کم بات یہ ہے کہ اس کا پڑھنے والا رنج و غم سے محفوظ رہتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ، جس بندے کو بھی کوئی دکھ یا تکلیف پہنچے اور وہ یہ دعا مانگے ، خدا تعالیٰ اس کے رنج و غم کو ضرور خوشی اور مسرت میں تبدیل فرمادے گا۔ " خدایا میں تیرا بندہ ہوں ، میرا باپ تیرا بندہ ہے ، میری ماں تیری بندی ہے ، میری چوٹی تیرے ہی قبضہ قدرت میں ہے۔ یعنی میں ہمہ تن تیرے بس میں ہوں۔ تیرا ہی حکم سراسر انصاف ہے۔ میں تیرے اس نام کا واسطہ دے کر جس نے تو نے اپنی ذات کو موسوم کیا یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا یا اپنی مخلوق میں سے کسی سکھایا یا اپنے پاس خزانہ غیب ہی میں اس کو مستور رہنے دیا۔ تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآنِ عظیم کو میرے دل کی بہار ، میری آنکھوں کا نور ، میرے غم کا علاج اور میری تشویش کا مداوا بنایئے۔" (احمد ، ابن حبان ، حاکم بحوالہ حصنِ حصین)

۱۲ ۔ اگر کبھی خدانخواستہ مصائب و آلام اس طرح گھیر لیں کہ زندگی دشوار ہو جائے اور رنج و غم ایسی ہیبت ناک شکل اختیار کرلیں کہ آپ کی زندگی وبال معلوم ہونے لگے تب بھی کبھی موت کی تمنا نہ کیجیے اور نہ کبھی اپنے ہاتھوں اپنے کو ہلاک کرنے کی شرمناک حرکت کا تصور کیجیے۔ یہ بزدلی بھی ہے اور بدترین قسم کی خیانت اور معصیت بھی ، ایسے

اضطراب اور بے چینی میں برابر خدا سے یہ دعا کرتے رہیئے۔

" خدا یا جب تک میرے حق میں زندہ رہنا بہتر ہو مجھے زندہ رکھ اور جب میرے حق میں موت ہی بہتر ہو تو مجھے موت دے دے۔" **(بخاری ، مسلم)**

۱۳ ۔ جب کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھیں تو یہ دعا پڑھیے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا : جس نے بھی کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھ کر یہ دعا مانگی **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاکَ اللّٰہُ بِہٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی کَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا (ترمذی)** (انشااللہ تعالیٰ) وہ اِس مصیبت سے محفوظ رہے گا۔"

" خدا کا شکر ہے۔ جس نے مجھے اِس مصیبت سے بچائے رکھا ، جس میں تم مبتلا ہو اور اپنی بہت سی مخلوقات پر بھی فضیلت بخشی۔" **(ترمذی)**

فطری رنج اور صبر ۔۔ " حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صاحبزادی نے کہلا بھیجا کہ میرا لڑکا جان کنی کی حالت میں ہے، تشریف لائیں ، تو آپ نے سلام کہلا بھیجا اور یہ کہ جو کچھ اللہ لیتا ہے وہ اُسی کا ہے اور ہر چیز اُس کے یہاں طے شدہ ہوتی ہے اور ہر ایک کی مدت مقرر ہوتی ہے۔ تو تم آخرت میں اُجر پانے کی نیت سے صبر کرو۔ پھر اُنھوں نے تاکید کے ساتھ کہلا بھیجا کہ ضرور تشریف لائیں۔ تب آپؐ اور آپ کے ساتھ سعدؓ بن عبادہ ، معاذؓ بن جبل ، ابی بن کعبؓ ، زیدؓ بن ثابت اور کچھ دوسرے لوگ گئے۔ بچے کو آپؐ کے پاس لایا گیا۔ آپؐ نے اسے گود میں اُٹھایا۔ اس وقت اُس کا دم نکل رہا تھا۔ اِس منظر کو دیکھ کر نبی ﷺ کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے ، تو سعد بن عبادہؓ نے کہا یہ کیا ہے ؟ (آپؐ روتے ہیں ، کیا یہ صبر کے خلاف نہیں ہے ؟) تو آپ نے فرمایا ، نہیں یہ صبر کے خلاف بات نہیں ہے ، یہ رحم کا جذبہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دلوں میں رکھ دیا ہے۔" **(بخاری و مسلم)**

صبر ۔ گناہوں کا کفارہ ۔۔ " رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ مومن مردوں اور عورتوں پر وقتاً فوقتاً آزمائشیں آتی رہتی ہیں۔ کبھی خود اس پر مصیبت آتی ہے کبھی اُس کی اولاد پر آتی ہے۔ کبھی اُس کا مال تباہ ہو جاتا ہے۔ (اور وہ ان تمام مصیبتوں میں صبر اختیار کرتا ہے اور اس طرح اُس کے قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے اور بُرائیوں سے دور ہوتا رہتا ہے۔) یہاں تک کہ جب اللہ سے ملتا ہے تو اس حال میں ملتا ہے کہ اُس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں ہوتا۔" **(ترمذی۔ ابو ہریرہؓ)**

صابر خوش بخت انسان ۔۔ " حضرت مقدادؓ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ۔۔" بلاشُبہ خوش نصیب ہے وہ شخص جو فتنوں سے محفوظ رہا۔ یہ بات آپ نے تین مرتبہ فرمائی۔ لیکن جو امتحان اور آزمائش میں ڈالا گیا۔ پھر بھی حق پر جما رہا تو اُس کے کیا کہنے۔ ایسے آدمی کے لئے شاباشی ہے۔" **(ابوداؤد)**

فتنوں سے مراد وہ آزمائش ہیں جن سے مومن کا اُس زمانے میں سابقہ پڑتا ہے۔ جب باطل حاکم اور غالب ہو اور حق مغلوب اور محکوم ہو تو دینِ حق اختیار کرنے والوں کو اور اُس پر چلنے والوں کو کیسی کیسی زحمتیں پیش آتی ہیں۔ اس کو بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایسے زمانے میں باطل اور اہلِ باطل کی پیدا کی ہوئی روکاوٹوں اور ڈالی ہوئی مصیبتوں کے باوجود ایک شخص حق پر جما رہتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے وہ شاباشی اور دعا کا مستحق ہے۔

طبرانی نے حضرت معاذؓ بن جبل سے ایک روایت نقل کی ہے۔ جس میں یہ مضمون ارشاد ہوا ہے کہ جب دین کا سیاسی نظام بگڑ جائے گا تو مسلمانوں پر ایسے لوگ حکمراں ہوں گے۔ جو غلط رخ پر سوسائٹی کو لے جائیں گے۔ اگر ان کی بات مانی جائے تو لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ اور اگر اُن کی بات کوئی نہ مانے تو اسے قتل کر دیں گے۔ اس پر لوگوں نے پوچھا کَیْفَ نَصْنَعُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ۔ یعنی۔ ایسے حالات میں ہمیں آپؐ کیا ہدایت دیتے ہیں ؟ فرمایا ۔۔ " تمھیں وہی کچھ اس زمانے میں کرنا ہو گا جو عیسیٰ ابنِ مریم کے ساتھیوں نے کیا تھا وہ آروں سے چیرے گئے اور سولیوں پر لٹکائے گئے۔ لیکن اُنھوں نے باطل کے آگے ہتھیار نہیں ڈالے ، اللہ کی اطاعت میں مَر جانا اس زندگی سے بہتر ہے جو اللہ کی نافرمانی میں بسر ہو۔"

صبر: سب سے بہترین عطیہ ۔۔ حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا " جو کچھ میرے پاس ہے۔ میں تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔ البتہ جو شخص عفت کی زندگی چاہے گا اللہ اسے عفت عطا کریں گے اور جو صبر اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسکو غنی کر دیتے ہیں۔ اور جو شخص صبر کرنے کی کوشش کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے صابر بنا دیتے ہیں اور کسی شخص کو صبر سے بہتر وسیع تر عطیہ نہیں دیا گیا ہے۔" **(صحیح مسلم)**

کھانہ کھا کر شکر ادا کرنا۔۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص کھانا کھائے اور پھر یہ کہے " شکر ہے اللہ جس نے مجھے یہ کھانا دیا ،بغیر میری اپنی تدبیر اور طاقت کے ۔" تو اس سے جو پہلے گناہ ہو چکے ہیں معاف ہو جائیں گے۔" **(ابوداؤد)**

ایک شخص کھانا کھا کر یہ کہتا ہے کہ اللہ میرے منعم و محسن نے مجھے کھانا بخشا ، اس میں میری اپنی تدبیر اور جسمانی اور ذہنی قوت کا کیا دخل ؟ " اپنی تدبیر " کیسی ؟ اور اپنی قوت کیا ؟ میں نہایت درجہ لاچار مخلوق ہوں ، اور جو کچھ میرے پاس ہے وہ سب پروردگار ہی کی بخشش ہے اور یہ کھانا بھی اُس کی بخشش ہے ،اگر وہ نہ دیتا تو مجھے کہاں سے ملتا۔۔جس آدمی کا یہ حال ہو کہ محنت کر کے کماتا ہے اور اپنی کمائی سامنے آتی ہے تو یہ کہتا ہے کہ یہ میرے رب کی بخشش ہے تو سوچنے کی بات ہے کہ وہ جان بوجھ کر گناہ کرے گا؟ اور گناہ ہو جائیں تو فوراً معافی کے لئے اپنے رب سے درخواست نہ کرے گا ؟ اس کے گناہ نہ معاف ہوں گے تو اور کس کے ہوں گے ؟

نئے لباس پر شکر گزاری ۔۔ " حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے ، عمامہ ،کرتا یا چادر تو اُس کا نام لے کر فرماتے اے اللہ ! تیرا شکر ہے تو نے مجھے پہنایا ، میں تجھ سے اس کے خیر کا طلبگار ہوں اور میں تیری پناہ میں اپنے آپ کو دیتا ہوں ، اس کپڑے کی برائی سے اور اس کے مقصد کے بُرے پہلو سے۔ جس کے لئے یہ بنایا گیا ہے ۔" **(ابوداؤد)**

کپڑا ہو یا کوئی دوسری چیز ، اُس کا استعمال بُرائی میں بھی ہو سکتا ہے اور بھلائی میں بھی ۔۔مومن کپڑے کو خدا کا انعام جانتا ہے اور اس کے ملنے پر خدا کا شکر ادا کرتا ہے اور اللہ سے دعا کرتا ہے کہ میں یہ نعمت ، استعمال کرتے ہوئے بُرا کام نہ کروں۔کسی بُرے مقصد کے لئے اسے استعمال نہ کروں ، بلکہ مجھے اس کی توفیق ملے کہ اس کا استعمال اچھے مقصد کے لئے ہو۔اس کا یہ سوچنے کا ڈھنگ صرف کپڑے کے ساتھ مخصوص نہیں ہوتا۔بلکہ ہر نعمت پا کر وہ یوں ہی سوچتا ہے۔اور اسی طرح کی دعا مانگتا ہے۔

سوار ہوتے وقت شکر ادا کرنا ۔۔ "علی بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ میں نے علی بن ابی طالبؓ کو دیکھا کہ ان کے پاس سواری کا جانور لایا گیا تو رکاب میں پاؤں رکھتے وقت فرمایا۔ " اللہ کے نام سے "پھر جب اُس کی پیٹھ پر جم کر بیٹھ گئے تو فرمایا ، اللہ کا شکر ہے۔جس نے ہمارے قابو میں اس کو دیا۔ہم اپنی طاقت کے بل پر اسے قابو میں نہیں لا سکتے تھے۔اور ہم اپنے رب کے پاس پلٹ کر جانے والے ہیں ۔" **(ابوداؤد)**

اللہ تعالیٰ نے اونٹوں ،گھوڑوں اور دوسرے جانوروں کو انسان کے لئے مقرر نہ کیا ہوتا ، تو انسان جو ان سے طاقت میں کم اور جسم میں چھوٹا ہے۔کیسے قابو میں لا سکتا ہے؟ لیکن اللہ نے ان کے لئے ایسا قانون بنایا ہے کہ نہایت آسانی سے جانور قابو میں آجاتے ہیں۔ مومن اس پر شکر کرتا ہے اور اس کا ذہن فوراً آخرت کی طرف پلٹ جاتا ہے کہ خدا نے مجھے یہ سب نعمتیں بخشیں۔ان کا وہ مجھ سے حساب لے گا۔۔ غور کیجئے جس کے سوچنے کا ڈھنگ یہ ہو وہ عمل کے میدان میں کتنا آگے ہوگا۔

سوتے اور جاگتے وقت کی دعائیں ۔۔ " حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ جب نبی ﷺ جب رات کو سونے کے لئے لیٹتے تو اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھتے اور فرماتے ، اے اللہ ! میں تیرے نام کے ساتھ مرتا ہوں اور زندہ ہوتا ہوں۔اور جب جاگتے تھے تو یہ فرماتے تھے کہ شکر ہے اللہ کا اس نے ہم کو زندہ کیا موت دینے کے بعد اور ہم کو پھر جی کر اس کے پاس جانا ہے ۔" **(بخاری)**

جب آدمی کے دل میں آخرت کی فکر گھر کر لیتی ہے تو سوتے وقت اُس کا حال یہ ہوتا ہے کہ اللہ کا نام لیتا ہے اور کہتا ہے کہ خدا کا نام میرے ساتھ ہر وقت رہے ،مرتے وقت بھی اور زندگی میں بھی ، سوتے وقت بھی اور سو کر اُٹھنے کے بعد بھی ،اور جب وہ سو کر اُٹھتا ہے تو اللہ کا شکر کرتا ہے کہ اس نے عمل کے لئے مزید مہلت دی۔اگر کل میں نے کوتاہی کی تھی تو آج مجھے کوتاہی نہ کرنا چاہیے اور ایک دن کی مہلت ملی ہے اس سے فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

یہی حال اس کا ہر دن ہوتا ہے ،جب وہ سو کر اُٹھتا ہے تو اُسے آخرت اور اُس کا حساب کتاب یاد آجاتا ہے کہ مجھے ایک دن موت آئے گی اور پھر زندہ ہو کر حساب کتاب کے لئے رب کے پاس جانا ہے۔اگر یہ زندگی کی مہلت کھو دی تو اُسے کیسے منہ دیکھاؤں گا اور کیا جواب دوں گا۔

نعمتِ اسلام پر شکر ۔۔ " ابوسعید حذریؓ سے روایت ہے کہ حضرت معاویہؓ نے بتایا کہ ایک دن حضور صلی اللہ ﷺ گھر سے نکل کر آئے تو دیکھا کہ کچھ لوگ حلقہ بنائے ہوئے بیٹھے ہیں۔آپؐ نے پوچھا کہ ساتھیو !تم یہاں کیوں بیٹھے ہو اور کیا کر رہے ہو ؟ انھوں نے کہا ہم یہاں بیٹھ کر اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔اُس کے احسانات جو اُس نے ہم پر کیے ہم اُسے یاد کر رہے ہیں۔ہم اس احسان کو یاد کر رہے ہیں کہ اللہ نے ہمارے پاس اپنا دین بھیجا اور ہمیں ایمان لانے کی توفیق بخشی اور ہم کو سیدھا راستہ دیکھایا ۔" **(مسلم)**

آیات واحادیث صبر وشکر کے بیان میں

آیاتِ طیّبات ۔۔ حق تعالیٰ شانہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صبر کرنے والوں کو اُن کا ثواب بے حساب دیا جاوے گا اور ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ شُکر کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے گا اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ تم صبر کرو بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ اور ارشاد فرمایا ہے کہ میرا شکر کرو اور میری ناشکری نہ کرو۔

حدیث اوّل ۔۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ مومن کے واسطے عجیب (خوشی) ہے کہ اگر اُس کو کوئی بھلائی ملے تو خدا کی حمد کرتا ہے اور اُس کو کوئی ایذا پہنچے تو خدا کی تعریف کرتا ہے اور صبر کرتا ہے۔ مومن کی ہر بات پر اجر وثواب ملتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس لقمہ میں بھی جس کو وہ اپنی عورت کے منہ کی طرف اُٹھاتا ہے۔

حدیث دوم ۔۔ اور آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ (عیسیٰ علیہ اسلام سے ارشاد فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تیرے بعد ایسی اُمّت بھیجنے والا ہوں کہ جب اُن کو پسندیدہ چیز ملے تو خُدا کا شکر کریں اور جب اُن کو ناپسند بات پیش آوے تب بھی ثواب چاہیں اور صبر کریں۔ حالانکہ اُن میں علم ہو گا نہ عقل ہو گی۔ اُنہوں نے (یعنی حضرت عیسیٰؑ نے) عرض کیا یہ کام کیسے ہوگا۔ جبکہ اُن کو علم ہوگا اور نہ عقل ہوگی۔ ارشاد فرمایا کہ میں اُن کو اپنے علم سے دوں گا۔ یعنی بظاہر اُن میں عقل وغیرہ نہ ہو گی۔ لوگ اُن کو معمولی خیال کریں گے مگر اُن کا باطن رحمتِ خُداوندی سے معمور ہو گا۔

حدیث سوم ۔۔ اور یہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ کھانا کھا کر شکر کرنے والا اُس شخص کے درجہ میں ہے جو روزہ رکھے اور صبر کرے (البخاری)

حدیث چہارم ۔۔ اور ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بیشک جب کسی بندے کے واسطے خدا کی طرف سے کوئی درجہ مقدّر ہو چکے تو پھر بندہ اُس درجہ کو عمل کے ذریعہ سے نہ پہنچ سکے تو اللہ تعالیٰ اُس پر تکلیف بھیجتا ہے۔ اُس کے بدن میں یا اُس کے مال یا اُس کے بچوں میں پھر وہ اُس پر صبر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اُس درجہ کو پہنچ جاتا ہے جو اُس کے واسطے اللہ عزوجل کی جانب سے مقدور ہو چکا ہے۔ (احمد، ابوداؤد)

آیتِ مبارکہ ۔۔ (۱) اور حق تعالیٰ سبحانہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم صبر کرو تو وہ صابرین کے واسطے بہتر ہے۔

(۲) یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ نعمتیں عطا کروں گا۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ ، ارشاد فرماتا ہے۔ اے ابنِ آدم اگر تو صبر کرے اور ثواب طلب کرے۔ صدمے کے شروع میں تو میں تیرے لئے جنت سے کم ثواب کو پسند نہ کروں (ابنِ ماجہ)

(۴) اور رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو لوگ جنّت کی طرف بلائے جائیں گے اُن میں سب سے زیادہ حمد کرنے والے ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ حمد کرنے والے کون ہیں۔" آپ نے فرمایا وہ لوگ ہیں جو ہر حال میں خدا کا شکر کرتے ہیں۔"

قرآنی آیات ۔ شکر ۔ ناشکری

اللہ تو لوگوں پر فضل رکھتا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے (سورۃ یونس۔ آیت ۶۰)

اور جب تمہارے رب نے سنا دیا کہ اگر شکر کرو گے (یعنی احسان مانو گے) اور تم کو اور زیادہ دوں گا (تو یاد رکھو) اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب (بھی) سخت ہے

(سورۃ ابراہیم۔ آیت ۷)

اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو تو شمار نہ کر سکو۔ بیشک انسان بڑا بے انصاف ناشکرا ہے (سورۃ ابراہیم۔ آیت ۳۴)

اور اُسی نے تم کو زندگی بخشی۔ پھر مارتا ہے۔ پھر زندہ کرے گا۔ بیشک انسان ناشکرا ہے (سورۃ حج ۔ آیت ۶۶)

وہی ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) خلیفہ (یعنی جانشین بنایا۔ پھر جو کوئی ناشکری کرے (یعنی احکام الٰہی سے انکار کر کے کفر کا مرتکب ہو) تو اُس پر اُس کے کفر کا وبال پڑے گا۔ (سورۃ فاطر۔ آیت ۳۹)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ

الحمد للہ رب العالمین

محترم قارائین !! اُمید ہے کہ آپ نے بڑی دلچسپی کے ساتھ یہ مضمون بعنوان " صبر و استقامت " کو پڑھا ہوگا۔ آخری کچھ صفحات میں " شکر اور ناشکری " جیسے اہم موضوع کے بارے میں بھی ذکر کیا گیا ہے۔ جو مندجہ بالا عنوان کا حصّہ ہے ۔ اور صبر کرنے کے بعد حالات سے مقابلہ کرتے ہوئے اللہ سبحان تعالیٰ کے حضور میں شکرانہ کا نذرانہ پیش کرنا ایک صابرین کے لئے اللہ تعالیٰ کی قربت کا باعث ثابت ہوگا ۔

آپ کی دعاؤں کی طالب

مسز سیّدہ قمر رضوی (عرف رشیدہ)

صدق اللہ العظیم